خدامِ اہلسنت کی دعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہلسنت پاکستان

۶ فروری ۱۹۷۴ء

۲ محرم ۱۳۹۴ھ

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی د

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسُول اللہؐ کی سُنّت کا ہر سُو نُور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجِ نبیِ پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو — تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا — انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بال

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں — کسی میداں میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہوا پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ[1] ملک میں ختمِ نبوّت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوّت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی — رسولِ پاکؐ کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے — تیری راہ میں ہر اک سُنّی مسلماں وقف ہو جا

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قا

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں

تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

---

[1] الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئینِ پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافت راشدہ حق چار یار

نظام خلافت راشدہ زندہ باد

تحریکِ خدام اہلسنت والجماعۃ پاکستان کا ترجمان

نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ حق چار یار رضی اللہ عنہم لاہور

زیر سرپرستی

قائد اہلسنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم مظہر شریعۃ وطریقت حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

بانی و امیر تحریکِ خدام اہلسنت پاکستان، چکوال فون نمبر ۲۴۳۴

مدیر مسئول

حکیم حافظ محمد طیب

جلد: ۳ شمارہ: ۳ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ اکتوبر ۱۹۹۰ء سالانہ چندہ -/۶۰ روپے فی شمارہ -/۶ روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی جہاز رجسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ -/۲۲۰ روپے

ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ۔ -/۱۸۰ روپے

سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت -/۱۵۰ روپے

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چار یار رض لاہور۔ مدینہ بازار۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور فون نمبر ۴۱۶۱۰۷

ناشر: حکیم حافظ محمد طیب، مطبع افضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت دفتر ماہنامہ حق چار یار رض لاہور مدینہ بازار ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ

سورۃ الفتح آیت ۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ محمّد رسول اللہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ سورۃ فتح مدنی سورۃ ہے جو بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ کے بعد ۶ھ میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکّہ کے مابین حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ ہُوا تھا اس کے لکھنے والے حضرت علی المرتضیٰ تھے (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا لکھیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو وفد قریش کے سردار سہیل بن عمرو نے کہا کہ ہم الرحمٰن کو نہیں جانتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا کہ لکھیں بسمک اللّٰھم تو حضرت علی رضؓ نے بسمک اللّٰھم لکھ دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لکھوایا۔ ھٰذا ما قاضی محمّد رسول اللہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ یہ ہے) تو سہیل نے کہا ہم آپ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو بیت اللہ کی زیارت سے ہم آپ کو نہ روکتے۔ اس لیے آپ محمّد بن عبداللہ لکھیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں۔ آپؐ نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا کہ آپ محمد رسول اللہ کو مٹا کر محمّد بن عبداللہ لکھ دیں تو حضرت علی رضؓ نے عرض کیا کہ میں یہ نہیں کرسکتا کہ خود رسول اللہ کے الفاظ کو مٹا دوں تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مٹا کر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ اس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، لیکن انہوں نے چونکہ محبت نبوی کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے الفاظ کو مٹانا گوارا نہیں کیا تھا اس لیے یہ حقیقتاً نافرمانی نہیں ہوئی۔ صلح حدیبیہ کے اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ قریش نے تو انکارِ رسالت کی وجہ سے محمد رسول اللہ کا لکھوانا قبول نہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی مصلحت کی بنا پر ان کا مطالبہ قبول فرمالیا لیکن آپ یقیناً

رسول اللہ تھے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہونے والی سورۃ الفتح میں ہی واضح طور پر اعلان فرمایا محمد رسول اللہ اور چونکہ جماعت صحابہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کیکر کے ایک درخت کے نیچے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی تھی اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے باوجود بے سروسامانی کے قریش کی ایک بڑی جنگی طاقت سے ٹکر لینے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن بعدازاں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی قریش کی شرائط مان لیں اور صلح نامہ مکمل ہو گیا تو گو بظاہر یہ جماعت صحابہ کی کمزوری اور قریش مکہ کی فتح معلوم ہوتی تھی (لیکن نتیجتاً یہ فتح تھی) لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضؓ نے یہ معاہدہ قبول کر لیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمانی کمال یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی مقام پر جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کا ثبوت دے دیا جس کا انعام رب العالمین نے ان کو یہ دیا کہ اسی سورۃ فتح میں ہی لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ کی آیتیں نازل فرمائیں جن میں ان تمام صحابہ کرام رضؓ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی رضا کی بشارت دے دی اور انہی چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمر فاروق رضؓ، حضرت عثمان ذی النورین رضؓ اور حضرت علی المرتضیٰ بھی تھے جن کو بعد میں بالترتیب قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ عطا ہوئی۔ ان چار یار رضؓ کے علاوہ نہ ہی بیعتِ رضوان والے صحابہ میں سے کسی کو خلافت ملی اور نہ ہی مہاجرین اولین میں سے اور کوئی خلیفہ بنا۔ یہ ہے خلافتِ راشدہ اور حق چار یار رضؓ کی حقیقت۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح کے آخری رکوع میں محمد رسول اللہ کے بعد والذین معہ اشداء علی الکفار فرمایا ہے۔ اس کا تعلق بھی دراصل بیعتِ رضوان اور صلح حدیبیہ سے ہے۔ پہلے یہ عرض کر چکا ہوں کہ بظاہر اس صورت صلح سے صحابہ کرامؓ کی کمزوری اور مغلوبیت سمجھی جاتی تھی لیکن حق تعالیٰ نے ان آیات میں حقیقتِ حال بیان فرما دی کہ صحابہ کرامؓ دشمن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور نہیں سمجھتے تھے اور وہ اللہ کی راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان دینے کے لیے تیار تھے۔ وہ اشداء علی الکفار اور رحماء بینھم تھے۔ یہاں سب سے پہلے اس موقع پر صحابہ کرامؓ کی صفت اشداء علی الکفار بیان فرمائی کہ وہ کفار کے مقابلے میں بہت سخت اور مضبوط تھے۔ ان کی جنگ کفر سے تھی اور اس میں ان

کے اندر کوئی لچک نہ تھی۔ یہ علیم بذات الصدور قادر مطلق کی ان کے بارے میں شہادت ہے جس کے بعد ان کی قوت ایمانی اور استقامت کے لیے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں رہتی اور اشداء علی الکفار ہوتے ہوئے انہوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مصالحت کی تجویز قبول کر لی یہ بھی ان کا خصوصی کمال ہے۔ ان کی دوسری صفت اللہ تعالیٰ نے رحماء بینھم کی بیان فرمائی کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں تو بہت سخت ہیں لیکن آپس میں وہ رحیم و کریم اور مہربان ہیں۔ اور یہ بھی ان کے خلوص کامل اور نفسانیت سے پاک ہونے کی دلیل ہے کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کے بارے میں بہت رحمدل ہیں۔ ہم اہل السنت والجماعت قرآنی آیات میں صحابہ کرامؓ کی وہ صفات مانتے ہیں جن کا ذکر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کی ان صفات کاملہ کا ذکر ان کی پیدائش سے سینکڑوں ہزاروں برس پہلے سابقہ آسمانی کتابوں تورات و انجیل میں بھی فرما دیا تھا۔ چنانچہ سورۃ الفتح میں ہی فرمایا۔ ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل (ان کی یہ صفتیں یعنی اشداء علی الکفار رحماء بینھم الآیۃ) تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت صحابہ کی ان صفات کا ماننا اہل توراۃ اور اہل انجیل پر بھی لازم کر دیا تھا اور ان کی ان صفات کی تصدیق کرنا قیامت تک قرآن پر ایمان لانے والوں پر بھی لازم کر دی ہے اور امتوں میں یہ شرف و فضیلت سوائے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی جماعت اور امّت کو حاصل نہیں۔

مقامِ رسالت

عربی لغت میں رسالت بمعنی پیغام آتا ہے اور رسول اس شخص کو کہتے ہیں جس کو پیغام دے کر کسی کے پاس بھیجا جائے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں رسول اس انسان کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی اللہ کا پیغامِ ہدایت اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے سورۃ الفتح میں محمد رسول اللہ فرمایا گیا ہے یعنی جس ذات کا نام محمدؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغام بر ہیں۔ اللہ کی طرف رسول کی نسبت سے رسالت کا مقام سب سے بڑا مقام ثابت ہوتا ہے اور اللہ کے رسول اور پیغمبر جو ہوتے ہیں ان کا مقام اور مرتبہ ان بندوں سے بہر حال بہت بڑا ہوتا ہے جن کو رسالت اور پیغمبری کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ ولی، قطب، غوث، مجدّد اور صحابی خواہ کتنے ہی حق تعالیٰ کے مقرب اور مقبول ہو جائیں کسی نبی کے درجہ اور مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا کتنا بلند مرتبہ ہے کہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں (انبیاء کرام

کے بعد سب سے افضل انسان ہیں) لیکن کسی نبی اور رسول کا درجہ نہیں حاصل کر سکتے اور شیعوں کا یہ عقیدہ بالکل بے بنیاد ہے کہ ان کے مجوزہ بارہ امام انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل ہیں شیخ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی نے جو اپنی کتاب "حیات القلوب" جلد سوم میں لکھا ہے: امامت بالاتر از رتبۂ پیغمبری است" (امامت رتبۂ پیغمبری سے بالاتر ہے) اہل تشیع کا یہ عقیدۂ امامت عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے کیونکہ ختم نبوت کا مفہوم تو یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا تو یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد انبیاء تو نہ ہوں مگر ایسے امام ضرور قیامت تک ہوں گے جو انبیاء سے افضل ہیں العیاذ باللہ۔ عقیدۂ امامت کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (کہ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں) آپ نبی تو پہلے تھے اس کے بعد آپ کو امام بنایا گیا۔ اس لیے مرتبہ امامت مرتبہ نبوت سے افضل ہے۔ حالانکہ یہ نہایت رکیک اور بودی دلیل ہے کیونکہ اس آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے پھر ان کو امام فرمایا۔ تو یہ بحیثیت نبی آپ کی امامت اور پیشوائی ہے۔ شیعوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن سے ثابت کریں کہ کسی غیر نبی کی امامت کو نبی کی نبوت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ پہلے ان بارہ اماموں کو نبی ثابت کیا جائے پھر اس کے بعد امامت آئے گی جس کا ذکر مذکورہ آیت میں ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

نبی اور رسول تو اور بھی گذرے ہیں اور وہ سب معصوم ہیں۔ ان سے نہ بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے نہ چھوٹا۔ وہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں اور سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے اور کوئی معصوم نہیں ہے، البتہ غیر نبی محفوظ ہو سکتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں معصوم وہ ہے جس سے کبھی بھی کسی معصیت اور گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن مجید میں جو عَصٰی اٰدَمُ فرمایا گیا ہے تو ان کا ممنوعہ درخت کا پھل کھانا چونکہ نسیان (بھول) کی بنا پر تھا اس لیے یہ معصیت آپ کی صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً۔ اور ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم امام المعصومین ہیں۔ امام الانبیاء والمرسلین ہیں اور امام کائنات ہیں۔ عارفین حضرات کی اصطلاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی تجلیات کا مظہر اتم ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) محقق العصر حضرت شاہ

عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے اس ایک مصرعہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الخلائق ہونے کا عقیدہ بیان فرمادیا ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

عارف باللہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنے منظوم شجرہ چشتیہ میں بارگاہ الوہیت میں دعا کرتے ہوئے حسب ذیل شعر میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے ؎

گزیدی از ہمہ گلہا تو اورا
نمودی صرف او ہر رنگ و بو را

(اے اللہ تونے تمام پھولوں میں سے چن کر محمدی پھول ایسا بنایا ہے کہ گویا (اپنی قدرت و حکمت سے) ہر قسم کا رنگ اور ہر قسم کی اعلیٰ خوشبو اس میں لگادی ہے)

ولادت و بعثت

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا شرف ماہ ربیع الاول کو نصیب ہوا۔ ربیع الاول اور پیر کے دن پر تو مورخین کا اتفاق ہے لیکن تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ ۸ ربیع الاول، ۹ ربیع الاول وغیرہ مختلف اقوال منقول ہیں اور مشہور تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہو یا بعثت کا، اخلاق کا بیان ہو یا عبادات کا، تبلیغ و جہاد کا ذکر ہو یا معجزات کا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہے۔ کلمہ طیبہ میں بھی حضورؐ کا ذکر ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اذان و نماز (تشہد) میں بھی آپ کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں بھی آپ کا جابجا ذکر ہے۔ محبت و اخلاص سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جس جس ادا کا بیان ہو رحمت الٰہی کے نزول کا ذریعہ ہے لیکن یہ احتیاط لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی تقریب میں ایسا مظاہرہ نہ کیا جائے جو شان رسالت سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ولادت نبویؐ کے سلسلے میں جو مروجہ جلوس میلاد میں جو رنگ برنگیاں جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، بجلی کے قمقموں اور مرچوں سے جلسہ گاہ اور اجتماع کو مزین کیا جاتا ہے یہ ظاہری اور وقتی زینت و آرائش ہے اور ان تکلفات سے شان رسالت کا اظہار نہیں ہوتا سنجیدگی اور وقار سے دینی اجتماعات ہوں اور ان میں مقام رسالت اور کمالات رسالت کا بیان ہو۔ سننے اور سنانے والے خلوص و محبت کی بنا پر فیض یاب ہوں۔

۲۔ بعثت اس زمانے کو کہتے ہیں جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت کا اعلان فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بحیثیت رسول تبلیغ و جہاد کا مقصد غلبۂ دین ہے۔ چنانچہ سورۃ الفتح میں اعلان فرمایا۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (اسلام) دے کر دُنیا میں بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

اس آخری اُمت کے لیے مقصدِ رسالت غلبۂ دین اسلام ہے اور اپنی طرف نسبت کرکے فرمایا ہے کہ جس اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح و ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے وہی اپنی قدرت و حکمت سے دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کُن کے ایک اشارے سے ہی سب کچھ کرنے پر قادر ہے لیکن اس نے اپنی حکمت سے ہی لوگوں کے لیے اسباب و وسائل مقرر فرمادیے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے ارادہ کی تکمیل کرتا ہے۔ یہاں بھی دین کو غالب کرنے والا حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبۂ دین کے لیے ایک مُؤثر ترین سبب ٹھہرایا ہے اور غلبۂ دین کے اسباب میں سے جہاں پہلا سبب ذات رسالت مآب ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں دوسرا قوی سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت صحابہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اپنے رب پر اعتماد کرتے ہوئے نصرتِ خداوندی کے لیے ایک آلہ اور جارحہ بن گئے جن سے اللہ تعالیٰ نے غلبۂ دین کا کام لے لیا اور آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ میں اس حقیقت کا بیان ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ ماہنامہ "حق چار یارؓ" کی دوسری قسط میں شائع ہوگی۔

(جاری ہے)

خادم اہل سُنّت
مظہر حسین غفرلہٗ

معذرت: مکرم سید کفیل بخاری صاحب کی وضاحت۔ تبصرہ پچھلے دفعہ کے شمارہ میں ص۳۳ پر چھپنا تھا لیکن غلطی سے رہ گیا۔ اب پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

وضاحت ۔ تبصرہ

عزیز مکرم سید کفیل بخاری صاحب!

فقیر کا جو طویل مضمون بعنوان "جاہلانہ وضاحت کی عالمانہ وضاحت" ماہنامہ نقیب ختم نبوت بابت ماہ جون ۹۰ء میں چھپا، اس میں کچھ ادارتی اور کتابتی اغلاط آگئی ہیں۔ جن کی اصلاح بے حد ضروری ہے۔ مثلاً ۔ اس مضمون کے ص۱۱ اور ص۳۶ میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے یوں لکھا گیا کہ.......

"یہ مضمون حضرتِ اقدس مولانا خان محمد صاحب دامت معالیہم کے حکم خاص اور ارشاد پر لکھا گیا"

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ اقدس نے اس مضمون کے متعلق فقیر کو ایک حرف بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ حضرتِ اقدس کا ارشاد تو ایک اور امر واقعہ کے لئے تھا کہ ــــ "شاہ صاحب کی مکمل امداد کریں ــــ" اس لئے یہ وضاحت فوراً شائع کر دیں۔ اور کتابتی اغلاط کی تصحیح بھی ضرور شائع کریں۔

جولائی کے "نقیب ختم نبوت" میں شاہ بلیغ الدین صاحب کا مضمون عمدہ ہے۔ اسی شمارہ میں غزوہ قسطنطنیہ پر مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کی عبارت امارتِ یزید کے متعلق پھیکی ہے۔ جب متنِ بخاری میں .... ویزید بن معاویة علیھم بارض الروم ..... اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فانه (یزید) کان امیر ذالك الجیش بالاتفاق ..... لکھ دیا ہے تو پھر یہ پھسپھساپن محض "سُنّیت" ہے۔

عطاء المحسن شاہ صاحب سے سلام عرض کر دیں۔

والسلام

فقیر محمد شمس الدین عفی عنہ

از درویش، ڈاک خانہ ہری پور ہزارہ

اہلِ باطل کے لیے للکار ہے حق چاریارؓ

مرحبا جاری ہُوا ماہنامۂ حق چاریارؓ
ہے خلافتِ راشدہ کا ترجماں حق چاریارؓ

اہلِ سُنّت کے لیے ریحانِ عرفاں کا پیام
اہلِ باطل کے لیے للکار ہے حق چاریارؓ

حُبِّ مال و حُبِّ جاہ کے اس اندھیرے دور میں
کاروانِ اہلِ حق کے راہنما حق چاریارؓ

آیۂ تمکین و استخلاف کی تفسیر سے
آشکارا ہو گیا ہے رُتبۂ حق چاریارؓ

ابتدا اسلام کی ننھے سے پودے کی بہار
اِک تناور درخت کی صورت میں ہے حق چاریارؓ

کب وہ لوٹے گا زمانہ جس سے کافر جل اٹھیں
ہے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّار بس حق چاریارؓ

ہے خلافت راشدہ کا تیس سالہ دورِ حق
ان میں بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ حق چاریارؓ

نعرۂ توحید "یا اللہ مدد" خدام کا
کلمۂ اسلام کا ہے پاسباں حق چاریارؓ

ہے مقاصد میں ہمارے اہلسنت کا عروج
شوکتِ اسلام ہے آوازۂ حق چاریارؓ

سَرورِ کون و مکاں کے خاص ہیں یہ چاریارؓ
فاتح بدر و حنین و مکہ ہیں حق چاریارؓ

بُت کدے ایران کے جس دور میں ویراں ہوئے
ہے وہی دَورِ صحابہؓ بالیقیں حق چاریارؓ

اہلِ سُنّت کو الٰہی حشر تک توفیق دے
کُو بکو ہر سُو بجائیں ڈنکا حق چاریارؓ

ماسٹر محمد یوسف صاحب بھیں

خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم

حیرت انگیز وحدتِ مزاج و وحدتِ منہاج

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی الحسنی ندوی

راقم سطور کے نزدیک خلافتِ راشدہ اور اس کے ارکانِ اربعہ کی یہ تعبیر صحیح نہیں کہ وہ چند مختلف المزاج، مختلف الاغراض، متبائن الاسالیب اشخاص کے اتفاقی مجموعہ کا نام ہے اور یہ چاروں حضرات چار مختلف سیاستوں اور رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بخت و اتفاق نے ان کو ایک زنجیر (خلافت و قیادتِ اسلامی) میں جوڑ دیا۔ ان میں سوائے ایمان و اخلاص اور صداقت اور حقانیت کے کوئی مشترک عنصر نہیں۔ جو لوگ زیادہ تاریخی بصیرت اور دقتِ نظر کا اظہار کرنا چاہتے ہیں وہ خلافتِ راشدہ کو دو حصوں اور خلفائے راشدین کو دو گروپوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے پہلے حصے یا دور کو اسلام کی ترقی و پیش قدمی اور دوسرے دور کو اسلام کے تنزل اور رد توقف سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلے دور کا امام صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو مانتے ہیں اور دوسرے دور کا امام عثمانؓ غنی اور علی مرتضیٰؓ کو کہتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ تقسیم جسارت سے خالی نہیں۔ میرے نزدیک یہ چاروں حضراتؓ فرداً فرداً خلافتِ نبوی کا مظہر اتم اور مصداق کامل تھے۔ ذاتی فضائل و مناقب اور ان کی بنا پر تفاوتِ درجات کو الگ کر کے خلافتِ راشدہ کا مزاج اور اس کی روح ان میں سے ہر ایک میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ خلافت راشدہ کیا ہے؟ خلافت راشدہ نہ سلامی ملکت کی وسعت کا نام ہے نہ کثرتِ فتوحات کا، نہ کامیابیوں کے تسلسل کا۔ اگر معیار یہی ہو تو پھر ولید بن عبدالملک اور ہارون الرشید کو سب سے بڑا خلیفۂ راشد ماننا پڑے گا۔ خلافتِ راشدہ نام ہے نبیؐ کے مزاج اور طرزِ زندگی میں نیابتِ کاملہ کا، نبوت کا امتیازی مزاج کیا ہے؟ ایمان بالغیب کی قوت، اطاعتِ الٰہی کا جذبۂ صادق، غیب پر شہود، احکام پر مصالح و فوائد کو قربان کرنا، دنیا پر آخرت اور غنا پر فقر و زہد کو ترجیح دینا، اسبابِ دنیا سے کم سے کم متمتع ہونا اور دوسروں کو زیادہ سے زیادہ

متتبع کرنے کی کوشش کرنا یہ وہ اجمال ہے جس کی تفصیل پوری سیرتِ محمدی ہے اور جس کے مظاہر بدر و خندق کے معرکے، تبوک کا سفر، حدیبیہ کی صلح، مکّہ کی فتح اور ۲۳ برس کی وہ زاہدانہ زندگی ہے جس کا اوّل شعب ابی طالب کی اسیری اور جس کا اخیر زندگی کی وہ آخری شب ہے جس میں گھر میں چراغ بھی نہ تھا اور زرہِ نبوی تیس صاع جَو کے عوض میں ایک یہودی کے یہاں رہن تھی۔

اس معیار سے ان خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی زندگی اور دَورِ خلافت، خلافتِ راشدہ کا مکمل نمونہ تھا جس میں نبیؐ کے مزاج اور طرزِ زندگی کی پوری نمائندگی تھی۔ واقعۂ ارتداد میں حضرت ابوبکر صدیق کی بے نظیر صلابت و استقامت اور اس فتنۂ عالم آشوب میں مٹھی بھر جماعتِ صحابہ کے ساتھ پورے ملک عرب سے جنگ کرنے کا عزم اور فیصلہ، پھر عین اس نازک وقت میں جبکہ ایک ایک سپاہی سے جیش کا قائم مقام تھا اور اسلام کا مرکزِ ثقل (مدینہ طیبہ) دشمنوں کے نرغہ میں تھا جیشِ اسامہ کو شام کی جانب روانہ کر دینے اور منشاءِ نبوی کے تکمیل پر (حالات و تغیرات کا لحاظ کئے بغیر) اصرار، پھر مسلمانوں کی موت و حیات کی اسی فیصلہ کن گھڑی میں دنیا کی دو عظیم ترین شہنشاہیوں (روم الکبریٰ اور فارس اعظم) میں جنگ کا سلسلہ چھیڑ دینا، ایمان و اطاعت کا وہ واقعہ ہے جس کی نظیر صرف انبیاء اور ان کے خلفائے اولوالعزم کی تاریخ میں مل سکتی ہے، اسی کے ساتھ زمانۂ خلافت و فتوحات میں ایسی زاہدانہ گزارنا جس میں بیت المال کے روزینہ سے منہ کا ذائقہ تبدیل کرنے اور بچوں کا منہ میٹھا کرنے کی بھی گنجائش نہ تھی اور پھر انتقال کے وقت اس پوری رقم کو جو زمانۂ خلافت میں (مسلمانوں کے فیصلے سے) بیت المال سے اپنی گزر اوقات کے لیے لی تھی' ذاتی زمین فروخت کر کے بیت المال کو واپس کر دینے اور اس پورے سامان کو جس کا خلافت کے دور میں اضافہ ہُوا تھا، بیت المال میں منتقل کر دینے کی وصیّت زہد و ایثار کے ایسے واقعات ہیں جن کی نظیر شاید انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے علاوہ کہیں اور نہ مل سکے اور جو اسی اصل کا "ظلّ" ہے جس کی خلافتِ اولیٰ کا شرف ان کو حاصل تھا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضؓ کا روم و شام کی جنگوں اور یرموک و قادسیہ کے معرکوں میں افواج کی تعداد و اسلحہ کے بجائے اللہ کی فتح و نصرت اور اسلامی افواج کے اعمال و اخلاق اور تعلق باللہ پر اعتماد، یرموک کے معرکہ کے موقع پر (جس سے سخت معرکہ تاریخِ اسلام میں کم پیش آیا ہوگا) اسلام

کے منفرد منصور قائد اور اسلامی افواج کے محبوب و معتمد سپہ سالار خالد بن الولیدؓ کو اسلامی افواج کی قیادتِ عُلیا سے معزول کر دینا اور ابو عبیدہؓ جیسے نرم خو و نرم مزاج کو قائد مقرر کرنا، عظیم ترین عُمّالِ حکومت کا بےلاگ احتساب، جبلہ بن الایہم جیسے سردارِ قوم اور بادشاہ پر ایک غریب فزاری کے مقابلہ معاملہ میں قصاص جاری کرنا، ایسی ایمان و اطاعت کی مثالیں ہیں جو نبوّت کا مزاج اور خلافتِ راشدہ کا تمغۂ امتیاز ہے، پھر ان کا زہد و احتیاط جس نے عام الرمادہ (قحط عام) میں ان کو ہر ایسی غذا سے باز رکھا جو عام مسلمانوں اور ان کی وسیع مملکت کی عام آبادی کو میسّر نہیں تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس قحط نے طول کھینچا تو وہ بچ نہیں سکیں گے اور ان کی زاہدانہ زندگی اور تقشّف جس نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی ہے اسی زاہدانہ زندگی کا پرتو ہے جس کی اصل و ظلِ در رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے خلیفہ (اوّل) کی نیابت ان کے حصّے میں آئی تھی۔

اسی طرح وہ ثبات و استقامت اور وہ عزم و یقین جس کا اظہار حضرت عثمانؓ نے بلوائیوں کی شورش اور ترکِ خلافت کے مقابلہ کے موقع پر کیا اور بالآخر مظلومانہ شہادت پائی۔ پھر اسبابِ غنا کی فراوانی و موجودگی میں اپنی ذاتی زندگی میں اس زُہد و ایثار کا اظہار جو اُن کے تین نامور پیشروؤں کی میراث تھی حکومت کے مہمانوں اور عام مسلمانوں کو امیرانہ اور پُر تکلف کھانا کھلانا اور خود گھر میں جاکر زیتون کے تیل سے روٹی کھانا وہ صحیح خلافت ہے جس کی خلعت رسول اللہؐ نے ان کو پہنائی اور جس کے اتارنے سے انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ خلافتِ نبوّت کا یہی مزاج اور زندگی کا یہی انداز اسی سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی اور ابنِ عمّ رسولؐ کی زندگی میں پورے طور پر نمایاں و روشن ہے۔ اس طلائے خالص اور اس جوہرِ اصلی پر جمل اور صفّین کی جنگوں کا جو عارضی غبار پڑ گیا ہے اس کو اگر آپ ہٹا دیں تو اس گوہرِ آبدار کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرے اور خلافتِ نبوّت کے وہ تمام خصائص نظر آجائیں جو اس کے تین پیشروؤں اور زندگی کے رفیقوں میں مشترک ہیں، حکم اور اصول پر مصلحت و سیاست کو قربان کرنا، خلافت کے بقا و استحکام کے لیے ان تمام طریقوں اور تدبیروں کے اختیار کرنے سے انکار کر دینا جو اہلِ حکومت اختیار کرتے ہیں لیکن خلافتِ نبوّت کے امین کے لیے ان کی گنجائش نہیں۔ عُمّالِ حکومت اور ارکانِ مملکت میں سے ایسے اصحاب کو ان کے عہدوں سے سبکدوش کر دینے میں تامّل نہ کرنا جو اس کی نظر میں ورع و تقویٰ کے اس بلند معیار پر نہیں جس پر رسولؐ اور اس کے خلفاءؓ چھوڑ کر گئے ہیں اور جو

اس نظامِ خلافت کے شایانِ شان ہے، اصول و عقیدہ کی خاطر اور خلافت کو "منہاجِ نبوت" پر باقی رکھنے کے لیے ان تمام ناخوشگوار فرائض کو انجام دینا جو اس کے لیے سوہانِ رُوح تھے لیکن عقیدہ اور مؤمن کے یقین کا تقاضہ اور وقت کا مقابلہ تھا۔ خلافت کی پوری مدّت کو ایک مسلسل مجاہدہ، ایک مسلسل کشمکش ایک مسلسل سفر میں گزارنا لیکن نہ تھکنا، نہ مایوس ہونا، نہ بددل ہونا نہ شکایت کرنا، نہ راحت کی طلب، نہ محنت کا شکوہ، نہ دوستوں کا گلہ، نہ دشمنوں کی بدگوئی، مدح و ذم سے بے پروا، جان سے بے پروا، انجام سے بے پروا، نہ ماضی کا غم، نہ مستقبل کا اندیشہ، فرض کا ایک احساسِ مسلسل اور سعی کا ایک سلسلۂ غیر منقطع، دریا کا سا صبر، سورج اور چاند کی سی پابندی، ہواؤں اور بادلوں کی سی فرض شناسی معلوم ہوتا ہے ذوالفقار جس طرح ان کے ہاتھ میں سرگرم و بے زبان ہے اسی طرح وہ کسی اور ہستی کے دستِ قدرت میں سرگرمِ عمل اور شکوہ و شکایت سے ناآشنا ہیں۔ ایمان و اطاعت کا وہ مقام ہے جو "صدّیقین" کو حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا پہچاننا اور ان نزاکتوں اور مشکلات سے واقف ہونا بڑے صاحبِ نظر اور صاحبِ ذوق کا کام ہے، اس لیے ان کی زندگی اور ان کی عظیم شخصیت کا پہچاننا ایک بڑا امتحان ہے اور اہلِ سنّت کا ایک امتیاز ہے۔ اس ایمان بالغیب اور اس جذبۂ اطاعت کا ظہور جس ماحول اور جس ناخوشگوار واقعات کی شکل میں ہُوا وہ اس ماحول اور ان واقعات سے بہت مختلف تھے جن میں ان کے پیشرو خلفاء کے ایمان بالغیب اور جذبۂ اطاعت کا اظہار ہُوا تھا۔ اس لیے بہت سے مؤرخین اور اہلِ قلم اور مُدّعیانِ فکر و نظر بھی اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر نہیں۔ وہ جس کو داخلی فتنے اور مسلمانوں کی خانہ جنگی کہتے ہیں، ہم ان میں حضرت علیؓ کو نہ صرف معذور بلکہ ماجور پاتے ہیں۔ ہم اگرچہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ فریقِ مقابل (اہلِ شام) ایک اجتہادی غلطی کا مرتکب تھا اس لیے اس کی تضلیل و تفسیق ہرگز درست نہیں، لیکن ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں کیا وہ ایمان و اطاعت کے جذبہ اور ادائے فرض کی روح کے ساتھ کیا اس لیے یہ عمل ان کے لیے تقرب و رفعِ درجات کا باعث تھا۔

پھر ان کی زاہدانہ زندگی خلافتِ نبوّت کا پرتو کامل اور خلافتِ صدّیقی و خلافتِ فاروقی کا نور تھی۔ یہ فقر و زُہد، تقشّف و قناعت کی ایسی زندگی تھی کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے زُہّاد اس میں انکی ہمسری نہیں کرسکتے تھے اور بالآخر ان کے منتخب عُمّالِ حکومت اور ان کے قریب ترین عزیز بلکہ حقیقی

بھائی عقیل بن ابی طالب بھی ان کا ساتھ نہ دے سکے۔

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو ایمان بالغیب اور ایمان بالآخرۃ پیدا کیا ہے اس نے ان کے ذہن و دل، سیرت و اخلاق، زندگی اور کردار اور معیشت و سیاست کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ عسر و یسر، کامیابی و ناکامی، فقر و فاقہ اور امارت و حکومت میں اسی کا بے تکلف اظہار ہوتا تھا۔ اس ایمان کے سلسلۂ معجزات کی سب سے طاقت ور اور سب سے نمایاں و ممتاز کڑیاں خلفائے راشدین ہیں۔ وہ اسی معنی میں خلفائے راشدین ہیں کہ نبوت کا یہ مزاج اور نبیؐ کی یہ میراث ان کی طرف منتقل ہوئی اور انہوں نے اس مزاج و منہاج میں نبیؐ کی کامل نیابت کی۔ ہاشم یہ سمجھے کہ یہ بھی کسی بادشاہِ وقت یا حاکمِ شہر کی نیابت کا مسئلہ ہے اور سوال ان فوائد سے کسی شخص اور اس کے خاندان اور متعلقین کے متمتّع و منتفع ہونے کا ہے جو اس کی مسند پر بیٹھے گا اور ساری کشمکش اسی بات کی تھی۔ حالانکہ سوال نبیؐ کے فرائض انجام دینے اور اس کی سی زُہد و تقشّف اور ایثار و قربانی کی زندگی گزارنے، خلقِ خدا کو زیادہ سے زیادہ دینے اور حظوظِ دُنیا اور سامانِ معیشت میں سے کم سے کم لینے، زیادہ سے زیادہ محنت کرنے اور کم سے کم راحت و فراغت حاصل کرنے کا سوال تھا اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ نے یکے بعد دیگرے اس حق کو ادا کر کے دکھایا۔ نبوّت خلافت الٰہی ہے اور خلافتِ راشدہ خلافتِ نبویؐ ہے۔ اخلاق و صفاتِ الٰہی میں بڑا درجہ "صمدیت" کا ہے اور خدا کی شان "يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ" کی ہے۔ انسان اس مقام تک تو کیا پہنچ سکتا ہے۔ اس کی معراج یہی ہے کہ وہ دوسروں کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچائے اور ان سے کم سے کم فیض اٹھائے۔ جہاں تک "يُطْعِمُ" (دوسروں کو کھلانے کا) تعلق ہے اس کا ہاتھ کشادہ، اس کی ہمت بلند اور جہاں تک "يُطْعَمُ" (دوسروں کا کھانے) کا تعلق ہے اس کا ہاتھ کشادہ اور اس کی نظر بلند رہے ؎

عدیلِ ہمّت ساقیست فطرتِ عرفی　　　　که حاتم دگران و گدائے خویشتن است

میرے نزدیک اسلام کی زندگی میں پیش آنے والے تمام ادوار و مراحل کی نمائندگی خلافتِ راشدہ کے اس مختصر سے دَور میں (جو ۳۰ سال سے متجاوز نہیں) کر دی گئی ہے اور ہر آنے والے ناگزیر دَور کے لیے اس میں رہنمائی کا سامان ہے۔ آغازِ کار اور اقبال و ترقی کے زمانہ میں کس استقامت اور ایمان و یقین کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اس کی رہنمائی ہم کو ابوبکر صدیق رضؓ کی حیاتِ طیبہ اور خلافت

راشدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ عروج و شباب اور امن و نظام کے زمانہ میں کس استقامت اور ایمان و یقین کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اس کی رہنمائی ہم کو فاروقِ اعظم رضؓ کے دورِ خلافت سے ملتی ہے مخالفتوں، شورشوں اور فتنوں اور بے نظمی اور انتشار کے وقت کس ثبات و استقامت، کس پامردی و دلیری اور کس ایمان و یقین کی ضرورت ہے اس کا نمونہ ہم کو حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضؓ کی زندگی میں ملتا ہے۔ اگر اسلامی تاریخ کے ذخیرہ میں صرف خلافتِ راشدہ کے دو باب (جو دراصل ایک ہی باب کی دو فصلیں ہیں) اور صرف خلافتِ صدیقی اور خلافتِ فاروقی کا نمونہ ہوتو یہ رہنمائی ناتمام ہوتی اور دَورِ انتشار اور دَورِ فتن کے لیے مسلمانوں کے پاس تقلید و اتباع کے لیے کوئی امام اور پیشوا نہ ہوتا جس امت کے لیے قیامت تک باقی رہنے اور تمام انسانی ادوار اور تاریخ کے نشیب و فراز سے گزرنا مقدر تھا اس کے لیے دونوں طرح کے نمونوں کی ضرورت تھی اور خلافتِ راشدہ نے اپنے پورے اجزار کے ساتھ ان نمونوں کو فراہم اور اس رہنمائی کو مکمل کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی وارضاھم واکرمھم وجزاھم عن الاسلام وعن ھٰذہ الأمۃ خیر الجزاء۔

گلہائے رنگا رنگ

حافظ حبیب احمد قریشی

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو صبح اُٹھ کر تجارت کے لیے کپڑے لے کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عمر رضؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ ملے اور دریافت کرنے لگے کہ یا خلیفہ رسول اللہ کدھر کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ ان دونوں نے فرمایا کہ آپ پر تو در بارِ خلافت کا بار ہے، بازار میں کیا کیجئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے متعلقین کی پرورش کیسے کروں گا؟ انہوں نے کہا کہ آپ تشریف لے چلیں، ہم آپ کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ آپؓ ان دونوں کے ساتھ تشریف لائے تو ان حضراتؓ نے بعد مشورۂ مسلمانان آپ کا معمولی خرچ کا وظیفہ مقرر کر دیا جیسا قبل از خلافت اپنے مال سے خرچ کرتے تھے اور سفر حج وغیرہ کے لیے سواری مقرر کر دی اور دو چادریں دیں کہ جب پرانی ہو جائیں تو دوسری لے لیں۔

۲۔ حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک دفعہ یمن سے چادریں آئیں تو آپ نے مسلمانوں (باقی صفحہ ۳۶)

جو توفیق دے مجھ کو میرے خدا
کروں حمد اس کی میں دل سے سدا

کہ لائق ثنا کے وہی ذات ہے
ہر اک نقص سے بس وہی پاک ہے

یہ عالم ہے ممکن حدوث اس کے ساتھ
وہ ہے ذاتِ واجب ثبوت اس کے ساتھ

یہ ترجیح ممکن کی جانب وجود
کرے وہ ہی جو خود ہو واجب وجود

کہ ترجیح ممکن سے ممکن نہیں
کہ دَور یا تسلسل سے چارہ نہیں

بس اس ذات واجب کی ہے یہ نمود
کہ ہر شئے کو بخشی ہے نعمت وجود

دما دم وجودوں کا ہر دم ظہور
اسی کا کرشمہ اسی کا ہے نور!

یہ جُز لاتجزی سے تا آفتاب
اسی کے ارادہ سے ہے ذی حیات

عناصر کو پہنایا ایسا لباس
کہ اک دوسرے میں نہیں التباس

روانی ہے پانی میں کیسی عجیب
حرارت مگر آگ کو ہے نصیب

ہوا کو لطافت کا بخشا کمال
زمیں کی کثافت ہے کیا بے مثال

نباتات کو دی ہیں رعنائیاں
تجمل کی دنیا کی پہنائیاں

ہے پھولوں کی رنگت میں کس کا جمال
پھلوں کی حلاوت میں کس کا کمال

جھلکتا ہے ہر شے میں اس کا ہی نور
وہ مستور ہے پر اسی کا ظہور

تڑپتا ہے ہر ذرہ اس کے لیے
فغاں عندلیبوں کی اس کے لیے

محبت اسی کی ہر اک دل میں ہے
شعاع جس طرح آنکھ کے تِل میں ہے

مرے دل میں یارب تری یاد ہو
یہ تیرا ہی گھر ہے نہ برباد ہو
کہ بن یاد تیری یہ برباد ہے
فقط یاد تیری سے آباد ہے

خادم اہلسنت ابوالرشید محمد الیاس بی ماڈل ٹاؤن لاہور

حاجی امداد اللہ صاحبؒ

کی

ایک غیر مطبوعہ نعت

تو ہے ممدوح خدا اے شہ والا حسبی　　بندہ جو حمد کا دعوے کرے ہے بے ادبی
دیکھ کر شان تری کہتا ہے ہر شیخ و صبی　　مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

دیکھ کر حسن و جمال آپؐ کا اے شاہ امم　　جن و انسان و ملائک ہوئے ششدر باہم
کہا یوسفؑ نے یہ بھر کر کے محبت کا دم　　من بیدل بجمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

نخلِ بستانِ محبت سے تمہاری گل و بر　　ایک عالم لیے جاتا ہے یہ دامن بھر کر
رہ گیا میں ہی پڑا، تیرے در دولت پر　　چشم رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ظلمتِ کفر ہوئی تیرے سبب خلق سے دور　　نورِ رحمت سے ترے ہو گیا عالم پُر نور
یاں تلک ہے تری خاطر ترے رب کو منظور　　ذاتِ پاک تو چو در ملک عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

منحصر تیرا نہیں جنّ و بشر پر انعام　　لطف و احساں ہے ترا ساری خلائق پر عام
تجھ سے گلزار ہے کونین کا گلزار تمام　　نخل بستانِ مدینہ ز تو سر سبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

کرکے روشن رخِ انور سے زمیں کی سب دشت
پھر کیا عالمِ بالا کو مشرف از گشت
الغرض ان میں سے کرکے شش و ہفت و نہ و ہشت
شبِ معراج عروج تو ز افلاک گذشت
بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

خاک روبی ترے کوچے کی ملائک اعظم
آکے پلکوں سے سدا کرتے ہیں ہو کر باہم
انبیاء چومتے ہیں آ تری چوکھٹ ہر دم
نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

کرکے لُطف بہرِ خدا حجرے کا دروازہ باز
اپنے مشتاقوں کو اک بار دکھا جلوۂ ناز
ایک میں ہی نہیں شائق ترا اے بندہ نواز
بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی و عربی

دردِ فرقت سے تمہارے ہے مرا حال تباہ
جو گذرتی ہے مرے دل پہ خدا ہے آگاہ
لطف سے آپ کے ہو حشر میں اُمّت کا نباہ
عاصیانیم زِ ما نیکی اعمال مخواہ
سُوئے ما رحمے شفاعت بکن از بے سببی

دردِ فرقت شبِ ہجراں غم دوری تیری
کیا کیا بیماریاں آ آ کے دل میں ہیں بھری
آہ تجھ بن میں کہوں کس سے یہ احوالِ دلی
سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی
مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی

نعت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

پھر پیشِ نظر گنبدِ خضرا ہے حرم ہے
پھر نامِ خدا روضۂ جنت میں قدم ہے
پھر شکرِ خدا سامنے محراب نبی ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقشِ قدم ہے
دل نعت رسولِ عربی کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

بہ قلم شاہ مفتی اعظم

تیسری قسط

مولانا قاضی شمس الدین درویش اور یزیدی ٹولہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

مولانا قاضی شمس الدین صاحب ساکن درویش (ہری پور) نے ماہنامہ ختم نبوت ملتان (جون ۹۰ء) میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں انہوں نے یزید کو صالح اور عادل ثابت کرنے کے لیے چند دلائل پیش کیے تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے زنانہ قسم کے چند مطاعن بھی عائد کیے تھے جن کا جواب دو قسطوں میں ماہنامہ حق چاریار (ذلقعدہ۔ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ / اگست ۱۹۹۰ء) اور شمارہ محرم۔ صفر ۱۴۱۱ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء میں دیا جا چکا ہے۔ اسی سلسلہ کی تیسری قسط قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے

قاضی صاحب درویش نے یزید کے صالح و عادل ہونے کے اثبات میں وہ اقوال پیش کیے تھے جن میں اس کو **اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْن** کہا گیا۔ اس کے جواب میں میں نے قسط دوم میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرون اُولی میں صالح اور فاسق دونوں قسم کے حکمرانوں کے لیے امیر المومنین کا لقب استعمال کیا جاتا رہا ہے انہوں نے ایسے اقوال بھی پیش کیے تھے جس میں یزید کو امام کہا گیا ہے۔ اس کے جواب میں میں نے یہ ثابت کیا تھا کہ فاسق حکمرانوں کے لیے بھی امام کا لقب استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اس سلسلے میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں عادل اور جابر دونوں قسم کے حکمرانوں کے لیے لفظ **امام** استعمال کیا گیا ہے۔ حدیث حسب ذیل ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احب الناس الی اللہ یوم القیٰمۃ واقربھم منہ مجلساً امام عادل وان ابغض الناس

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور مقرب بارگاہ امام عادل ہوں گے اور تمام لوگوں میں سے

الی اللہ یوم القیمۃ واشدہم عذاباً وفی روایۃ وابعدھم منہ مجلساً امام جائر۔ (رواہ الترمذی)

قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مغضوب اور سب سے زیادہ سخت عذاب والے اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے زیادہ راندۂ بارگاہِ الٰہی امام جائر (ظالم) ہوں گے۔ (ترمذی شریف)

فرمائیے اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ امام (یعنی حکمران) دو قسم کے ہیں۔ ایک عادل و صالح اور دوسرے جائر و ظالم۔ پھر آپ نے کہاں سے یہ علمی نکتہ نکال لیا کہ یزید کو چونکہ امام کہا گیا ہے اس لیے لازماً وہ صالح اور عادل تھا؟

ایک کتابچہ اور یزید

انہی دنوں میں ایک کتابچہ موصول ہوا ہے جس کا نام ہے: "سید نصیر الدین شاہ گیلانی اور سادات بنو امیہ"۔ اس کے مؤلف مولوی حسین احمد صاحب قریشی ساکن بھوئی گاڑ ضلع اٹک ہیں۔ پیش لفظ میں مولوی حکیم احمد حسن صاحب قریشی نے اس کتابچہ کا پس منظر حسب ذیل عبارت میں بیان کیا ہے:

"میرے برادر عزیز مولانا حسین احمد قریشی سلمہ ربہ (جو کہ مرکزی جامع مسجد بھوئی گاڑ کے خطیب اور انجمن ربانیہ اہل السنّت والجماعت کے صدر ہیں) نے درج ذیل مضمون سید السالکین امام العارفین حضرت سید پیر خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے مخدوم زادہ سید نصیر الدین شاہ صاحب نصیر گیلانی کی ضخیم کتاب "نام و نسب" کے باب ہشتم کے جواب میں لکھا ہے۔ نصیر صاحب نے نام و نسب کے باب ہشتم میں سادات بنو امیہ کے خلاف کچھ خلافِ حقیقت تلخ باتیں لکھ دیں۔ زیر نظر مضمون اس کے جواب میں لکھا گیا ہے۔" الخ

حکیم مولوی احمد حسن صاحب قریشی نے پیش لفظ کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"قاضی محمد شمس الدین صاحب مدظلہٗ درویش کا بھی ممنون ہوں کہ مطلوبہ کتاب مہیا فرما کر مضمون کی تکمیل میں مدد کی۔ یہ بہت اہم مرحلہ تھا کیونکہ کتاب کے بغیر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا اس لیے میں حضرت قاضی صاحب کا بھی مشکور رہوں جزاکم اللہ خیر الجزاء"

پیش لفظ میں حکیم صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

یہ جوابی مضمون صاحبزادہ صاحب گولڑوی کو ۷ار فروری ۱۹۹۰ء کو ارسال کیا تھا۔ انہوں نے جواب نہ دیا تو پھر یہ مضمون اولاً کراچی سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کے زیر ادارت چلنے والے عظیم دینی ادارہ جامعہ فاروقیہ کے تبلیغی وفکری ترجمان ماہنامہ "الفاروق" میں شائع ہوا اور اب پمفلٹ کی صورت میں انجمن ربانیہ اہل السنت والجماعت پاکستان کی جانب سے آپ کے ہاتھوں میں ہے الخ

تبصرہ

یہاں اس کتابچہ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس میں یزید کے صالح وعادل ثابت کرنے کے لیے جو دلائل مذکور ہیں وہ قریباً وہی ہیں جو قاضی شمس الدین صاحب درویش موصوف نے ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان (جون ۱۹۹۰ء) کے زیر بحث مضمون میں دیے ہیں یعنی یزید کو فلاں فلاں نے امیر المؤمنین کہا۔ پھر مشاجرات صحابہ رضہ کے سلسلے میں میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد کرم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "آفتاب ہدایت" کا حوالہ کہ دونوں طرف سے اجتہادی خطا ہوئی اور مناظر اہل سنت حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی صدر تنظیم اہلسنت پاکستان کے مناظرہ باگڑ سرگانہ کا حوالہ کہ تین شرائط میں سے تیسری شرط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ پیش کی تھی کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔" اس کتابچہ میں وہی سن من ہونے کے طعنے اور وہی ابن عبشم اور بنی ہاشم کی بحثیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتابچہ کے مؤلف ہی قاضی شمس الدین صاحب ہیں۔ یزید کو امیر المومنین کہنے اور "آفتاب ہدایت" کی عبارت کا جواب تو میں نے ماہنامہ حق چاریار رض (محرم صفر ۱۴۱۱ھ) کی دوسری قسط میں دے دیا ہے۔ شرائط کی بحث بعد میں آئے گی۔ ہمیں تعجب ہے کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے ماہنامہ "الفاروق" میں مضمون کا یہ حصہ کیونکر شائع ہو گیا جس میں بے بنیاد دلائل سے یزید کو صالح وعادل ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔ واللہ الهادی

ایک اور جاہلانہ طعن

قاضی درویش صاحب موصوف نے اپنے عنایت نامہ (محررہ ۵ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۸۵ء) میں مجھے لکھا تھا کہ

"ہمیں علم ہے کہ جو آدمی عداوتِ یزید پر مجبول اور مفطور ہو وہ معذور ہوتا ہے۔ دو سال پہلے کی بات ہے کہ لاہور کے ذی علم احباب کی مجلس میں آپ کا ذکر آگیا تو ایک صاحب

نے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب کو یزید کے ساتھ ایسی طبعی عداوت ہے کہ اگر قیامت کو جنت کی گیٹ کیپری حضرت قاضی صاحب کو مل جائے اور خود اللہ تعالیٰ بھی یزید کو جنت میں داخل کرنا چاہیں تو حضرت قاضی صاحب لٹھ لے کر راستہ روک لیں کہ یا باری تعالیٰ میں تو یزید کو جنت میں نہیں دیکھنا چاہتا کہ یزید جنت میں جائے، تو اس ضد کا علاج تو حضرت لقمان کے پاس بھی نہیں۔ بعد میں جب فقیر نے غور کیا تو ان صاحب کی بات کچھ زیادہ بے محل نظر نہ آئی۔ الخ

اس یزیدی لطیفہ کے جواب میں بندہ نے اپنے مکتوب محررہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

الجواب

مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۸۶ء میں لکھا کہ:

"آپ کا عنایت کردہ محررہ ۵ ربیع الاوّل موصول ہو گیا لیکن بوجہ بیماری اور دوسری مصروفیات کے پورا نہ پڑھ سکا۔ ۲۰ ربیع الثانی کو اس کا مطالعہ کیا لہٰذا تاخیر سے جواب عرض کر رہا ہوں۔

(۲) آپ کے نزدیک میرا جرم یہی ہے کہ میں یزید کو فاسق قرار دیتا ہوں اور چونکہ یزیدی گروہ یزید کو اپنی تصانیف میں متقی و صالح ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لیے اس بحث کی ضرورت پڑ گئی کہ یزید صالح تھا یا فاسق، اور چونکہ صدیوں سے محققین اہل السنّت والجماعت یزید کو فاسق لکھتے چلے آرہے ہیں اور مسلک اہل سنت یہی ہے حتیٰ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی یزید کو زمرۂ فاسقین میں شمار کیا ہے اس لیے بندہ نے مسلک حق کی حمایت میں قدم اٹھایا ہے اور اگر آپ کے نزدیک جو شخص یزید کو فاسق قرار دیتا ہے اس کی جبلت اور فطرت میں ہی یزید کی عداوت پائی جاتی ہے جس کے تقاضا کے تحت وہ العیاذ باللہ قیامت میں حق تعالیٰ کا بھی مقابلہ کر سکتا ہے تو پھر یہ حکم آپ صرف مجھ پر ہی نہیں لگا رہے ہیں بلکہ امام ربّانی اور تمام اکابر دیوبند اور جمہور علمائے اہلسنّت کے بارے میں بھی آپ کا یہی تصوّر ہے۔ جس مجلس میں اس قسم کا تبصرہ ہوا ہے اس کو ذی علم کی مجلس قرار دینا علم کی توہین ہے۔ کاش کہ آپ نقشبندی مجددی کہلوا کر اس مجلس کی زینت نہ بنتے۔ آپ یزید کی محبت میں اتنے مغلوب ہو گئے کہ آپ کو یہ فرق بھی محسوس نہیں ہوا کہ میں یزید کو کافر نہیں کہتا۔ فاسق کہتا ہوں۔ کافر کے لیے تو جنت حرام ہے لیکن فاسق آخر میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مجھے ذاتی طور پر اس بات سے غصہ نہیں آیا کیونکہ رافضی مجھے ہر قسم کی گالیاں

لکھتے رہتے ہیں اور خارجی بھی انہی کی طرح مجھ سے نالاں ہیں۔ الحمد للہ بندہ کی کتاب "خارجی فتنہ حصہ اول" نے پاکستان کے خارجیوں کی کمر توڑ دی ہے۔ دورِ حاضر کے یزیدی گروہ کے امام محمود احمد عباسی کی جو گستاخیاں اور بد دیانتیاں میں نے اس کتاب میں مختصراً لکھی ہیں ان کی وجہ سے کتنے لوگوں کو احساس ہو گیا کہ یہ ردِّ شیعیت کی تحریک نہیں بلکہ قرآن کے موعودہ خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین و تذلیل ان کا اصل مقصد ہے لیکن تعجب تو آپ سے ہے کہ سلسلۂ مجددیہ سے منسلک بھی ہیں اور عباسی کی تحریک یزیدیت سے متفق بھی۔ یہ ہیں کہ ازکہ بریدی دباکہ پیوستی، بندہ اپنے اکابر کے محتاط مسلک کے مطابق فسق یزید کا تو قائل ہے لیکن لعن و تکفیر یزید کا قائل نہیں۔ تو فرمائیے کہ آپ کی مذکورہ مجلس علمی کے معاندانہ تبصرہ کا کیا انجام ہو گا"۔

اسی جوابی مکتوب میں میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

"یہ تین ماہ کے بعد آپ کا فقیرانہ مراقبہ اس قدر تبدیل کیوں ہو گیا۔ ۱۹ نومبر کے عنایت نامہ میں آپ نے سرعنوان تو بندہ کو فخرِ اہلسنت لکھا اور اس کے اندر مذکورہ بالا تبصرہ یزیدی مجلس علمی کا نقل فرما دیا اور اس کی تائید کرتے ہوئے یہ فرما دیا کہ "بعد میں جب فقیر نے غور کیا تو ان صاحب کی بات کچھ زیادہ بے محل نظر نہ آئی"۔ تو حضرت اس قسم کے متضاد جذبات رکھنے والے فقیر صاحب علمی و تحقیقی میدان میں کیا کیا شگوفے نہ کھلائیں گے۔

مولانا تقی عثمانی کا موقف

قاضی شمس الدین درویش لکھتے ہیں:

آخر میں ہم قاضی صاحب کو مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی زیدہ مجدہ کا فیصلہ بھی سنائے دیتے ہیں۔ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جماعت اسلامی کے ملک غلام علی کے ساتھ برسوں کے تلمی مناظرے میں جو تحقیق کی اس کے نتیجہ میں لکھتے ہیں: "بلاشبہ یزید کا فسق و فجور کسی قابل استناد روایت سے ثابت نہیں"۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ماہ جمادی الاولی ص ۲۵ سطر ۱۷)

ہمارا بھی چالیس برس کا حاصلِ مطالعہ یہی ہے اور ہم پوری دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بنیادی ہدف یہی یزید ہے اور اس کے بعد حضرت معاویہؓ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم ... چنانچہ خمینی نے صاف لکھا ہے کہ: ہم ایسے خدا کو خدا نہیں مانتے جو یزید اور معاویہ اور عثمان جیسے بدمعاشوں کو حکومت دیتا ہے (معاذ اللہ) دیکھئے خمینی کی

کتاب کشف الاسرار ص ۱۰۷ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۶۹ مؤلفہ مولانا منظور نعمانی)
(نقیب ختم نبوت ملتان ماہ جون ۱۹۹۰ء)

الجواب میرے ساتھ فسق یزید کی بحث میں قاضی درویش صاحب موصوف نے اپنے مکتوب محررہ ۸ محرم ۱۴۰۶ھ میں بھی جناب مولانا محمد تقی صاحب عثمانی زید فضلہم کی مندرجہ عبارت پیش کی تھی اور اس کا میں نے مسکت جواب دے دیا تھا۔ قاضی شمس الدین صاحب موصوف نے مولانا موصوف کا حوالہ پیش کرنے میں دجل و فریب سے کام لیا ہے یا وہ اتنے غبی ہیں کہ وہ ملک غلام علی صاحب اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے زیر بحث موضوع کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ میں نے اپنے مکتوب محررہ ۲۲ جنوری ۱۹۸۶ء میں جو جواب دیا تھا حسب ذیل ہے۔

"آپ بھی عجیب ہیں مولانا تقی عثمانی صاحب کے بڑوں کے بڑوں کی تحقیق کو تو نہیں مانتے اور ان کی تحقیق کو فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

(۲) مذکورہ ماہنامہ تو پیش نظر نہیں ہے البتہ اپنی کتاب "حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق" ص ۹۹ پر وہ لکھتے ہیں:

بلاشبہ حضرت معاویہؓ کے عہد میں یزید کا فسق و فجور کسی قابل اعتماد روایت سے ثابت نہیں، اس لیے اس کو خلافت کا اہل تو سمجھا جا سکتا تھا لیکن امت میں ایسے حضرات کی کمی نہیں تھی جو نہ صرف دیانت و تقویٰ بلکہ ملکی انتظام اور سیاسی بصیرت کے اعتبار سے بھی یزید کے مقابلے میں بدرجہا بلند مقام رکھتے تھے۔ اگر خلافت کی ذمہ داری ان کو سونپی جاتی تو بلاشبہ وہ اس سے کہیں بہتر طریقے پر اہل ثابت ہوتے۔"

غالباً مندرجہ عبارت کی پہلی سطر ہی آپ نے لکھی ہے لیکن ابتدائی الفاظ آپ ہضم کر گئے ہیں کہ: بلاشبہ حضرت معاویہ رضؓ کے عہد میں" یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یزید کا فاسق و فاجر ہونا کسی قابل اعتماد روایت سے ثابت نہیں"۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعد میں بھی اس کا فسق و فجور ثابت نہیں ہوتا اور مولانا تقی عثمانی کی مودودی سے بحث ہی یہی ہو رہی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے نیک نیتی سے یزید کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اس وقت اس کا فسق و فجور ثابت نہ تھا۔ اس میں وہ حضرت معاویہؓ کا دفاع کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے لیکن یہ تو بتائیں کہ آپ نے پہلا جملہ کیوں نہیں لکھا۔ یہ فن آپ نے

کہاں سے سیکھا ہے۔

③ جناب مولانا تقی عثمانی کی یہ عبارت بھی تو ملحوظ رکھیں کہ : جہاں تک رائے کا تعلق ہے جمہور اُمت کا کہنا یہ ہے کہ اس معاملہ میں رائے انہی حضرات صحابہؓ کی صحیح تھی جو یزید کو ولی عہد بنانے کے مخالف تھے جس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں :

① حضرت معاویہؓ نے تو بے شک اپنے بیٹے کو نیک نیتی کے ساتھ خلافت کا اہل سمجھ کر ولی عہد بنایا تھا لیکن ان کا یہ عمل ایک ایسی نظیر بن گیا جس سے بعد کے لوگوں نے نہایت ناجائز فائدہ اُٹھایا انہوں نے اس کی آڑ لے کر خلافت کے مطلوبہ نظام شوریٰ کو درہم برہم کر ڈالا اور مسلمانوں کی خلافت بھی شاہی خاندانے میں تبدیل ہو گئی ۔ (ص ۹۹)

اسی سلسلے میں مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں :

جمہور امت کے محقق علماء ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل (یعنی یزید کو ولی عہد بنانا) رائے اور تدبیر کے درجے میں نفس الامری طور پر درست ثابت نہیں ہوا اور اس کی وجہ سے امت کے اجتماعی مصالح کو نقصان پہنچا الخ (ایضاً تاریخی حقائق ص ۸۹)

قارئین حضرات فیصلہ فرمائیں کہ حضرت مولانا تقی عثمانی کی ایک سطر پیش کر کے قاضی درویش صاحب نے جو مہم سر کرنے کا خواب دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ ان کو لینے کے دینے پڑ گئے ۔ موصوف کو اس میں تنکے کا سہارا بھی نہ مل سکا بلکہ جس چیز کو سہارا بنایا تھا اس نے ان کو بالکل ہی غرقِ آب کر دیا۔

درویش صاحب موصوف تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا نہیں مانتے لیکن فاضل تقی عثمانی صاحب نے تو یزید کے ولی عہد مقرر کرنے کو بھی حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا قرار دیا ہے

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

حضرت لاہوریؒ کا مسلک

قاضی شمس الدین صاحب نے زیر بحث ماہنامہ نقیب ص ۲۷ پر ضمیمہ ۲ کے تحت یہ عنوان قائم کیا ہے :

قاضی مظہر حسین صاحب چکوالی کی کتاب پر ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کا تنقیدی تبصرہ"

اس میں انہوں نے مولوی سعید الرحمٰن صاحب علوی کا وہ تبصرہ نقل کیا ہے جو انہوں نے خارجی فتنہ

حصہ اول پر خدام الدین لاہور (۱۳ مئی ۱۹۸۳ء) میں شائع کیا ہے ۔ قاضی صاحب درویش کو علم ہوگا کہ علوی صاحب خدام الدین سے فارغ ہو چکے ہیں ۔ ان کے تبصرہ کی نہ ضرورت ہے نہ اہمیت ۔ ان کا تبصرہ موصوف نے اس لیے نقیب میں شائع کیا ہے کہ وہ بھی یزیدی گروہ کے ایک فرد ہیں ۔ وہ بھی اُمویت میں فنا ہیں ۔ چنانچہ اسی تبصرہ میں انہوں نے آغا خان کے متعلق لکھا ہے کہ

"پھر آغا خان اوّل کے الفاظ میں بنو امیہ کی عظیم الشان خادم اسلام حکومت و سلطنت پارہ پارہ ہوئی ۔" الخ

آغا خانی فرقہ شیعوں میں بدترین فرقہ ہے جس کے عقائد کھلم کھلا کفریہ ہیں ۔ اپنے مؤقف کی تائید میں آغا خان کی تحریر کو پیش کرنا ناواقف لوگوں کے لیے اس کی عقیدت کا سبب بن سکتا ہے ۔ اگر آغا خان کے کفر کی علوی صاحب یہاں نشاندہی کر دیتے تو پھر ان کا حوالہ یوں محل اعتراض نہ بنتا ۔

۲ قاضی شمس الدین صاحب کو خدام الدین میں علوی صاحب کا تبصرہ تو یاد آ گیا لیکن ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے بانی مخدوم العلماء والصلحاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ کا مسلک ملحوظ نہ رہا کہ وہ یزید کو فاسق و فاجر مانتے تھے ۔ چنانچہ حضرت کا ایک رسالہ ۱۹۸۴ء میں بنام "شہادت حسین" انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور نے ہی شائع کیا ہے جس کے ص۵ پر حضرت لاہوری رح نے یزید کے متعلق لکھا ہے :

"یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکّام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت لی جائے ۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منوّرہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو لکھا کہ امام حسین رض سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے ۔ امام حسین رض نے بیعت نہیں کی کیونکہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا ۔ اس کے بعد امام حسین رض مکّہ معظّمہ روانہ ہو گئے اور مکّہ معظّمہ میں جا کر قیام فرمایا ۔"

کاش! کہ نقیب میں قاضی درویش صاحب حضرت لاہوری رح کی یہ عبارت بھی نقل کر دیتے اور غالباً یہ سارا مضمون پہلے خدام الدین میں ہی شائع ہوا تھا ۔

یزید ایک نقب ہے (درویشانہ استدلال)

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ : "اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بنیادی ہدف یہی یزید ہے ۔"

اور اپنے مکتوب محررہ ۸ محرم ۱۴۰۵ھ (۲۴ ستمبر ۱۹۸۵ء) میں بھی آپ نے لکھا ہے کہ :

"فقیر نہ یزید سے کوئی نسبت سیدنا حضرت حسین رضؓ سے سمجھتا ہے نہ اس کے والد کی حضرت علی رضؓ سے مگر یزید ایک نقب ہے جس سے روافض گزر کر حضرت معاویہ تک پہنچتے ہیں اور حضرت معاویہ رضؓ سے گزر کر حضرت عثمان اور ان کے عمال تک پہنچتے ہیں اور پھر آگے شیخین رضؓ تک الخ"

اس کے جواب میں میں نے اپنے مکتوب ۲۳ جنوری ۱۹۸۶ء میں یہ لکھا تھا کہ : کسی شخص کے عادل یا فاسق ہونے کا حکم لگانا دلائل و واقعات پر موقوف ہوتا ہے نہ کہ کسی ذاتی جذبہ یا حکمت عملی پر۔

۲ اگر یزید کا فاسق و ظالم ہونا ثابت ہو جائے جیسا کہ جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا اور صاحبِ فضائل ہونا دلائل سے ثابت کر دیا جائے جیسا کہ بندہ نے "دفاع حضرت معاویہ رضؓ" میں کیا ہے تو پھر شیعوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ کیا یزید کو صالح ثابت کرنے سے وہ مروجہ ماتم چھوڑ دیں گے اور حضرت معاویہ رضؓ اور خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو برحق مان لیں گے؟ جب وہ قرآن کے موعودہ خلفاء راشدین کو ماننے کے لیے تیار نہیں حالانکہ وہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا جواب بھی نہیں دے سکتے اور پھر وہ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی بیعت کو اپنے وضعی اصول تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور چونکہ قرآن سے مہاجرین و انصار کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے وہ قرآن میں تحریف کے قائل ہو گئے ہیں تو آپ ان کو یزید کا صالح ہونا کیسے منوائیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیعیت اور سبائیت کی بنیاد ہی کو نہیں سمجھ سکے الخ

حضرت محمدؒ بن حنفیہ

درویش قاضی لکھتے ہیں : حضرت محمدؒ بن حنفیہ جو سیدنا حسین رضؓ کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرات حسنین کریمین رضؓ کے بعد سب سے زیادہ مدبر اور سمجھ دار تھے یزید کے متعلق افواہوں کی تحقیق کے لیے اور اس کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے ایک "مطالعاتی دورہ" پر خود دمشق تشریف لے گئے اور یزید کے پاس کافی عرصہ مقیم رہے۔ پہلی ہی ملاقات میں دوران گفتگو یزید نے پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض بھی ہے حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ نہیں مجھ پر کوئی قرضہ نہیں ہے۔ اس پر یزید نے اپنے بیٹے خالد بن یزید سے کہا کہ دیکھو تمہارے یہ چچا (محمد بن حنفیہ) خیف ین اور جھوٹ سے کتنے دور ہیں۔

(انساب الاشراف جلد ۳ ص ۲۷۸) یزید حضرت محمد بن حنفیہ کے ساتھ انتہائی احترام سے پیش آتا تھا۔ جب آپ نے دمشق سے واپسی کا قصد فرمایا تو یزید نے آپ سے عرض کی کہ آپ مجھ میں جو خامیاں دیکھتے ہیں ان سے مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ میں انہیں چھوڑ دوں۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں تم میں کوئی برائی دیکھتا تو ضرور تمہیں آگاہ کرتا۔ مگر میں نے تم میں صرف خیر اور بھلائی دیکھی ہے۔ پھر جب حضرت محمد بن حنفیہ رخصت ہونے لگے تو یزید نے پانچ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کے تحائف پیشِ خدمت کیے جو آپ نے قبول فرما لیے۔ (انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۷۸)

(نقیب ختم نبوت ماہ جون ۱۹۹۰ء صفحہ ۲۷)

الجواب ۱۔ مورخ بلاذری کی انساب الاشراف میرے پاس نہیں ہے کہ اس کی اصل عبارت دیکھ سکوں اور آپ نے جو اس روایت کو افسانوی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ مطالعاتی دورے پر گئے تھے۔ آپ کے معتمد علیہ مؤرخ حافظ ابن کثیر محدث نے البدایہ میں یہ نہیں لکھا البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یزید سے اہل مدینہ کی مخالفت سے پہلے کہیں وہ یزید کے پاس گئے ہیں۔

۲ یہ بھی فرمائیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ کو جو پانچ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کے تحائف پیش کیے۔ یہ رقم بیت المال کی تھی تو یہ قوم کی امانت تھی۔ یہ تو ایک رشوت کی صورت ہے اور اگر یزید کی یہ ذاتی رقم تھی تو اس نے یہ کہاں سے حاصل کی تھی۔ کیا عادل اور راشد خلیفہ اتنا ہی سرمایہ دار ہوتا ہے۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ نے اتنی خطیر رقم قبول کیوں کی۔ کیا ان کی زندگی بھی سرمایہ دارانہ تھی؟ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی پیش کردہ روایت میں اس قسم کی رقم کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

آپ نے لکھا ہے کہ: پھر جب واقعہ حرہ کے موقع پر اہل مدینہ وفد بنا کر آئے اور ابن حنفیہ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا تو آپ نے سختی سے ان لوگوں کو جھڑک دیا اور ان کے اعتراضات کے جواب میں فرمایا۔ وقد صحبتہ اکثر ما صحبتوہ فما رأیت منہ سوءًا (ترجمہ) میں دمشق میں یزید کے پاس تم سے زیادہ عرصہ مقیم رہا ہوں۔ میں نے تو اس میں کوئی خرابی نہیں دیکھی (انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۷۹) اور تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۲۱۸ میں ہے کہ جب اہلِ مدینہ نے حضرت محمد بن حنفیہ کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے ان پر زور دیا تو ابن حنفیہ نے بڑی سختی سے یزید کی بیعت توڑنے سے انکار کر دیا۔

(فامتنع من ذلك اشد الامتناع) یزید کی حمایت میں ان کے ساتھ مناظرہ اور جھگڑا کیا اور ناظرہم وجادلهم فی یزید) شراب نوشی اور نمازیں چھوڑنے کے جو الزامات اہل مدینہ نے یزید پر لگائے تھے ان کی تردید کی (وردّ علیہم الخ) پھر ص ۲۳۳ پر ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن حنفیہ نے اہل مدینہ سے فرمایا۔ یزید کی جو برائیاں تم بیان کرتے ہو میں نے تو یزید میں وہ برائیاں نہیں دیکھیں (فقال لهم ما رایت منه ما تذکرون) میں اس کے پاس دمشق میں ٹھہرا رہا۔ میں نے اسے نمازوں کا پابند پایا.... وہ نیکیوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ وہ سنت نبوی کی پابندی کرتا تھا... فقہ کے مسائل پوچھتا رہتا تھا۔ حضرت محمد بن حنفیہ سے لاجواب ہو کر وہ لوگ شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے.... دل میں تو کہتے ہوں گے کہ یہ ہاشمی بھی پکا یزیدی نکلا۔" (زیر بحث نقیب ص ۴۰،۴۱)

الجواب

۱۔ حضرت محمد حنفیہ کی مذکورہ روایت بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ میں نے اس پر خارجی حصہ دوم (بحث فسق یزید) ص ۶۱ تا ۶۷ اور ص ۵۲۴ تا ص ۵۵۱ مفصل بحث کی ہے۔ حضرت محمد بن حنفیہ کی یہ روایت مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی صدیقی نے اپنے رسالہ "جواب شافی" میں پیش کی تھی اور محمود احمد عباسی صاحب نے بھی "خلافت معاویہ و یزید" میں اسی روایت سے یزید کے صالح و عادل ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ملحوظ رہے کہ مؤرخ بلاذری متوفی ۲۷۹ھ ابن سعدؒ متوفی ۲۳۰ھ کا شاگرد ہے لیکن ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں اس روایت کا ذکر نہیں کیا۔ ابن سعدؒ کے متعلق ابن خلکان لکھتے ہیں۔ کان احد الفضلاء النبلاء الاجلاء، کان صدوقاً ثقةً (وفیات الاعیان ج ۴ ص ۳۵۱) : آپ بڑے ذہین اور اجل فضلاء میں سے تھے اور آپ سچے اور ثقہ تھے) اور حافظ ابن کثیرؒ بلاذری کے متعلق لکھتے ہیں۔ و له هوس و وسواس فی آخر عمره" (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۶۵) بلاذری کو آخر عمر میں ہوس اور وسواس لاحق ہو گیا تھا۔

درویش صاحب کی علمی خیانت

قاضی شمس الدین صاحب درویش نے حضرت محمد بن حنفیہ اور اہل مدینہ کا جو مکالمہ پیش کیا ہے اس میں کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ جنگ حرّہ میں یزیدی لشکر کے مقابلہ میں صحابہؓ اور تابعینؒ تھے ان کو صرف اہل مدینہ کے الفاظ سے یاد کر کے ناواقف قارئین کو فریب دیا ہے اور محمود احمد عباسی نے

اتنا تو لکھ دیا کہ عبد اللہ بن حنظلہ اور عبد اللہ بن مطیع اہل مدینہ کی قیادت کر رہے تھے لیکن درویش صاحب نے قائدین کے نام تک بھی لکھے حالانکہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بھی صحابی ہیں جو حضرت حنظلہ رض غسیل ملائکہ کے صاحبزادہ تھے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب) مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانی ج ۵ ص ۱۹۳ اور حضرت عبد اللہ بن مطیع رض بھی صحابی ہیں (ملاحظہ ہو الاکمال فی اسماء الرجال و تہذیب التہذیب) اگر نقشبندی درویش صاحب ان قائدین کے نام لکھ دیتے اور ان کے صحابی ہونے کا بھی ذکر کر دیتے تو پھر ان کو جنگ باز ہونے کا طعنہ نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ پھر جنگ حرّہ کے موقع پر حضرت زین العابدین نے جنگ بازان مدینہ کی جنگی تیاریوں کی تفصیل لکھ کر دمشق میں یزید کے پاس بھیج دی" (النقیب ص ۲۶) نیز لکھتے ہیں۔ پھر جب واقعہ حرّہ کے موقع پر اہل مدینہ وفد بنا کر آئے اور ابن حنفیہ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا تو آپ نے سختی سے ان لوگوں کو جھڑک دیا۔ (النقیب ص ۲۷) حضرت محمد بن حنفیہ تابعی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مطیع اور حضرت عبد اللہ بن حنظلہ صحابی ہیں۔ کیا حضرت ابن حنفیہ جیسے تابعی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو جھڑک سکتے ہیں۔ یہ ہے درویش صاحب کے سینے میں صحابہ رض کی محبت کہ یزید کے دفاع میں ایک بے سند اور بے اصل روایت کو پیش کر کے صحابہ کی عظمت مجروح کر رہے ہیں۔

۳۔ حافظ ابن کثیر محدث خود بھی یزید کے فاسق ہونے کے قائل ہیں اور لکھتے ہیں کہ یزید پر لعنت کرنے یا نہ کرنے میں اکابر علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ محدث ابن جوزی وغیرہ بھی لعن کے قائل ہیں اور امام احمد بن حنبل رح سے بھی ایک روایت یہ ہے کہ آپ یزید پر لعن کے قائل ہیں اور دوسرے علماء نے لعن سے منع کیا ہے۔ چنانچہ خود قاضی شمس الدین صاحب درویش نے بنام حافظ عبد الوحید صاحب حنفی ناظم دفتر تحریک خدام اہلسنت چکوال اپنے مکتوب مرقومہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ میں حافظ ابن کثیر محدث کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھا تھا:

"پھر آگے چل کر لعن یزید کے متعلق کچھ لوگوں کے جواز لعن کے قول کے بعد لکھتے ہیں۔
ومنع من ذلک آخرون وصنفوا فیہ ایضاً لان لایجعل لعنہ وسیلۃ الی ابیہ او احدٍ من الصحابہ (ابن کثیر ج ۸ ص ۲۲۳ تو اس طرح یزید کے خلاف بغیر سوچے سمجھے کچھ لکھنا اس کے والد ماجد اور دوسرے صحابہ کرام رض کے خلاف کہنے ممنے کا سبب بن سکتا ہے

اور بلا ہے:"
پھر آگے ابن کثیرؒ نے ہی لکھا ہے:

وحملوا ما صدر عنه من سوء التصرفات على انه تاول واخطاء وقالوا انه كان مع ذلك اماما فاسقا والامام اذا فسق لا يعزل بمجرد فسقه على اصح قولي العلماء ولا يجوز الخروج عليه لما في ذالك من اثارة الفتنة ووقوع الهرج وسفك دماء الحرام وغير ذلك مما في كل واحدة فيهما من العناد اضعاف ما جرى الى يومنا هذا۔

(ایضاً ج ۸ ص۲۲۴)

جناب درویش صاحب کے اس مکتوب کا پس منظر یہ ہے کہ اس سال میرے حج پر جانے کے بعد حافظ عبدالوحید صاحب سے ان کی خط و کتابت جاری رہی۔ چنانچہ اسی مکتوب میں وہ حنفی صاحب کو لکھتے ہیں:

"اور یہ پڑھ کر کہ حضرت قبلہ قاضی صاحب مدظلہٗ حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہونے کے لیے تشریف لے گئے ہیں بے حد خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو مشکور اور سفر حج و زیارت کو مبرور فرمائے، کامیاب و کامران واپس لائے اور ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے آمین۔ یہ پڑھ کر مزید اطمینان ہوا کہ حضرت قبلہ قاضی صاحب مدظلہم العالی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے خلاف کوئی نہیں لکھ رہے۔ حکیم احمد حسن کے بتانے کے بعد فقیر کو بہت تشویش رہی تھی۔ واقعی حکیم احمد حسن صاحب کو کسی نے بالکل غلط بتایا۔ فقیر کو بھی تعجب ہوا تھا کہ حضرت قاضی صاحب قبلہ تو بے حد سنجیدہ انتہائی محتاط بزرگ ہیں وہ کب ایسی کتاب لکھ سکتے ہیں جس کی وجہ سے روافض کے گھروں میں گھی کے چراغ جلیں۔ ان شاء اللہ فقیر احمد حسن کو اس صورتحال سے مطلع کر دے گا۔ تاہم یزید کے خلاف بھی لکھنے کے لیے تھوڑی سی احتیاط کی ضرورت ہے" الخ۔ قاضی شمس الدین صاحب نے یہاں حکیم احمد حسن صاحب کا ذکر کیا ہے۔ یہ وہی ... حکیم صاحب ہیں جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن بھوئی گاڑ کے بڑے

ماجرادے ہیں اور انہوں نے ہی اپنے برادر مولوی حسین احمد صاحب قریشی کی کتاب "سید نصیرالدین شاہ نصیر گیلانی اور سادات بنی امیہ" پر پیش لفظ لکھا ہے جس کا ذکر اس مضمون کے شروع میں آیا ہے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم تو صحیح العقیدہ اور صالح سنی عالم تھے لیکن حکیم احمد حسن صاحب یزیدی بن گئے (غالباً وہ قاضی شمس الدین صاحب سے متاثر ہوئے ہیں) قاضی شمس الدین صاحب درویش نے اپنے مکتوب میں البدایہ والنہایہ یعنی تاریخ ابن کثیر کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"اور دوسروں نے اس سے (یعنی یزید پر لعنت کرنے سے) روکا ہے اور اس بارے میں اسی طرح کتابیں تصنیف کی ہیں تاکہ اس کی لعنت اس کے باپ یا کسی صحابی کی لعنت کا ذریعہ بن جائے اور جو کچھ اس سے صادر ہوا ہے اسے انہوں نے برے تصرف پر محمول کیا ہے یعنی یہ کہ اس نے تاویل کی ہے اور غلطی کی ہے اور نیز کہا ہے کہ اس کے باوجود وہ فاسق امام تھا اور علماء کے دو اقوال میں اصح قول کے مطابق امام صرف فسق کرنے سے معزول نہ ہوگا بلکہ اس کے خلاف بغاوت کرنا بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے فتنہ انگیزی اور فساد پیدا ہوتا ہے اور حرمت والے خون کی خونریزی اور اموال کی لوٹ اور عورتوں وغیرہ کے ساتھ قبیح (فعل) کام ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی کچھ کام ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں سے اس کے فسق سے کئی گنا زیادہ فساد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ پہلے سے آج تک ہو رہا ہے۔"

(البدایہ والنہایہ مترجم اردو جلد ۸ صـ۱۱۴۸ ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ ایک دوسرے مقام پر یزید کے ترجمہ (یعنی حالات زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولما خرج اهل المدينة عن طاعته وخلعوه وولوا عليهم ابن مطيع وابن حنظلة۔ لم يذكروا عنه۔ وهم اشد الناس عداوة له۔ الا ما ذكروا عنه من شرب الخمر واتيانه بعض القاذورات۔ لم يتهمونه بزندقة كما يقذفه بذلك بعض الروافض۔ بل

قد كان فاسقاً والفاسق لايجوز خلعه لاجل مايسور بسبب ذلك من الفتنة ووقوع الهرج كما وقع زمن الحرة (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

اور جب اہل مدینہ اس کی اطاعت سے دست کش ہو گئے اور انہوں نے اسے معزول کر دیا اور ابن مطیعؓ اور ابن حنظلہؓ کو اپنا امیر بنا لیا تو انہوں نے اس کے بارے میں کوئی بات نہ کی۔ اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اس سے عداوت رکھتے تھے، صرف اس کے بارے میں شراب نوشی کرنے اور بعض فحش باتوں کے ارتکاب کرنے کا ذکر کیا اور انہوں نے بعض روافض کی طرح اس پر زندیقیت کا الزام نہ لگایا بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی معزولی اس وجہ سے جائز نہیں ہوتی کہ اس سے فتنہ انگیزی اور جنگ ہوتی ہے جیسا کہ حرہ کے وقت ہُوا۔"

(البدایہ والنہایہ مترجم ج ۸ ص ۱۱۶۳)

یہاں حافظ ابن کثیر محدث نے یزید کو یقیناً فاسق قرار دیا ہے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ خود قاضی شمس الدین صاحب نے بھی حافظ عبدالوحید صاحب کے نام مذکورہ خط میں یہ لکھ دیا ہے کہ: یزید کے امام فاسق ہونے کی امام غزالی نے بھی تصریح کی ہے۔" (جاری ہے)

حضرت علی رضؓ کی زرہ ایک یہودی نے لے لی تھی۔ آپؓ ہی کا زمانۂ خلافت تھا۔ آپ مدعی بن کر اپنے ملازم قاضی شریح کے دربار میں جا کھڑے ہوئے اور اپنی گواہی میں حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ قاضی نے ان کی شہادت لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بیٹے کی شہادت باپ کے لیے اور غلام کی شہادت آقا کے لیے قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس پر حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ آپ حضرت حسنؓ کی شہادت کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ کیا جنت کے سرداروں کی شہادت مسترد کی جا سکتی ہے؟ قاضی ابو شریح نے کہا کہ ہم زمین پر موجود ہیں اور آپ ذکر جنت کا فرما رہے ہیں۔ یہ آپ اپنے دعوٰی کی کوئی اور دلیل پیش فرمائیں۔ یہودی یہ دیکھ کر سخت متحیر ہُوا کہ اسلام ایک ایسا سچا انصاف ہے۔ جب وہاں سے آپکا دعوٰی خارج ہو گیا تو یہودی باہر نکل کر عرض کرنے لگا کہ آپکی صدا میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ زرہ آپکی ہے۔ یہ کہکر وہ بطیب خاطر مسلمان ہو گیا۔

مقامِ صحابہ
رضی اللہ عنہم اجمعین

رضا میں جن کی شامل ربِ کعبہ کی رضا تم ہو
وفا میں جن کی شامل محمد کی دعا تم ہو

تمہی نے دی شہادت آپؐ کی ختمِ نبوّت کی
رفیقِ غار تم ہو، پیکرِ صدق و صفا تم ہو

عجم کے قیصر و کسریٰ تھے لرزاں عمرِ اعظمؓ سے
درِ خیبر اکھاڑا جس نے وہ شیرِ خدا تم ہو

عبادت جن پہ نازاں ہے، شہادت جن پہ شاداں ہے
ہزاروں جنّتیں قرباں، شہیدِ باوفا تم ہو

تمہی نے کفر کی گردن کو توڑا ایک جھٹکے میں
محبت بے مثال ایسی کہ نصِ رُحَمَا تم ہو

سہارا بے سہاروں کا، مداویٰ غم کے ماروں کا
یتیموں کے ہو والی، بے کسوں کا آسرا تم ہو

تمہاری پاک سیرت ایک مینارہ ہدایت کا
دیارِ مصطفےٰؐ تک پہنچنے کا راستا تم ہو

تمہی سے ہم نے دولت پائی ہے قرآن و سُنّت کی
نبیؐ کے رازداں تم ہو، نبیؐ کے ہم نوا تم ہو

تخیّل سے ہے اونچا مرتبہ عشرہ مبشّرہ کا
جہاں ہے انتہا اپنی وہاں سے ابتدا تم ہو

بلالؓ باوفا سے برسرِ محفل یہ فرمایا
مجھے جنّت میں آئی جس کے قدموں کی صدا تم ہو

وفاداری مسلّم ہے تمہاری ساری دُنیا میں
نبیؐ کے چاہنے والو، نبیؐ کے باوفا تم ہو

اطاعت ہے تمہاری جب سند جنّت میں جانے کی
قمر کو غم نہیں کوئی، قمر کا مدعا تم ہو

قمر حجازی، اوکاڑا

بقیہ: گلہائے رنگا رنگ

میں ایک ایک تقسیم کردی اور خود بھی ایک لی۔ پھر نماز کے وقت دو چادریں اوڑھ کر تشریف لائے۔ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا "سنو اور اطاعت کرو" حضرت سلمان رضؓ نے برجستہ کہا کہ ہم ہرگز نہیں سنیں گے اور ہرگز اطاعت نہ کریں گے"۔ آپ نے فرمایا۔ "کیوں؟" حضرت سلمان رضؓ نے کہا کہ ہر ایک کو ایک ایک چادر ملی اور خود دو لے لیں"۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے بڑی جلدی کی۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضؓ کو بلایا۔ اُس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین رضؓ! میں حاضر ہوں۔ فرمایا۔ بتاؤ جو دوسری چادر میرے پاس ہے کس کی ہے؟ حضرت عبداللہ رضؓ نے کہا کہ میری ہے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے یہ چادر حضرت عبداللہ سے مستعار لی ہے۔ حضرت سلمان رضؓ نے یہ تمام واقعہ معلوم کرلیا تو کہا کہ اب آپ فرمائیں۔ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔"

مجلس صیانۃ المسلمین ساہیوال کے ماہانہ درس منعقدہ یکم ستمبر ۱۹۸۹ء کے موقع پر مدرسہ حقانیہ میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا اہم خطاب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں

افادات: حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور صاحب ترمذی دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال

ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین عفی عنہ ساہیوال (سرگودھا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ (الحدید آیت ۱۰ پ ۲۷)

سورۃ حدید کی آیت کریمہ کا ایک حصہ اس وقت پڑھا گیا ہے۔ اس کے بارے میں چند ضروری باتیں عرض کرنے کا خیال ہے۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جن مسلمانوں (یعنی صحابہؓ) نے مکّہ کے فتح ہونے سے پہلے جہاد کیا ہے اور اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا ہے اور جن لوگوں نے مکّہ مکرّمہ کے فتح ہونے کے بعد اللہ کے نام پر جہاد بھی کیا اور مال بھی خرچ کیا صحابہ کے ان دونوں گروہوں میں سے پہلا گروہ درجہ میں بلند اور اعظم ہے۔ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے اندر فضیلت کا معیار جہاد فی سبیل اللہ اور مالی قربانی جو مکّہ کے فتح ہونے سے پہلے اور بعد ہوئی کو بیان فرمایا۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں صحابہ کرامؓ کے دو گروہ بیان فرمائے اور دونوں گروہوں میں فتح مکّہ کو حدِ فاصل قرار دیا کہ فتح مکّہ سے پہلے جہادِ مالی اور جانی کرنے والے جو ہیں ان کا مقام اور مرتبہ اُن حضرات صحابہؓ سے اونچا ہے کہ جنہوں نے فتح مکّہ کے بعد مالی و جانی جہاد کیا۔

میں اس وقت جو عرض کرنا چاہ رہا ہوں وہ صرف آیت کے اگلے حصہ سے متعلق ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ مکّہ فتح ہونے

سے پہلے اور کہ فتح ہونے کے بعد جو مالی و جانی قربانیاں کرنے والے ہیں صحابہؓ کے ان دونوں گروہوں
اگرچہ آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت ہے اور آپس میں تفاضل ہے لیکن دوسری امت کے مقابلہ
میں وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى پوری جماعت صحابہؓ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے
گویا اس آیت سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہوا۔ ایک تو صحابہؓ کی آپس میں فضیلت ہے اور دوسری
یہ بات سمجھ میں آئی کہ باقی امت کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ کا پورا گروہ جنتی ہے۔ یہ بات وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
الْحُسْنٰى سے واضح ہوگئی۔

حسنیٰ کسے کہتے ہیں؟

حسنیٰ عربی کا لفظ ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۱-۱۰۲)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "جن کے لیے ہم نے حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے وہ دوزخ سے بہت دُور رہیں گے" صرف رہیں گے نہیں بلکہ رکھے جائیں گے۔ مُبْعَدُوْنَ العباد سے ہے۔ میں نے پہلے سرسری ترجمہ لوگوں کی سمجھ میں آنے کے لیے کیا ہے کہ دُور رہیں گے۔ آپ دُور رہیں گے اور بات ہے، رکھا جانا اور بات ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ان کو تو اہتمام کر کے دوزخ سے دُور رکھا جائے گا اور وہ اتنے دُور رکھے جائیں گے لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا کہ دوزخ کی آہٹ اور آواز بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ اور جنت میں وہ اپنی خواہش کے مطابق نعمتوں میں رہیں گے جن کے لیے حسنیٰ کا وعدہ ہے قرآن کریم کے نزدیک ان کا یہ درجہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت دوزخ سے بہت دُور رکھی جائے گی کہ وہاں تک دوزخیوں کی کوئی آہٹ اور آواز بھی نہیں پہنچ سکے گی۔ پھر وہ جنت میں اپنی دلی خواہش کے مطابق رہیں گے۔ فی ما اشتهت انفسهم اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ بھی ان کے لیے ہے اور وہ خود جو چاہیں گے وہ بھی ان کے لیے ہوگا فی ما اشتهت انفسهم جو خود ان کا دل چاہے گا۔ اگر آپ کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ جنت میں آپ کون سی نعمتیں چاہتے ہیں۔ آپ جو چاہیں گے وہی نعمتیں آپ کو دے دی جائیں گی، تو پھر آپ کیا چاہیں گے؟ آپ تو ایسی نعمتیں چاہیں گے کہ جو دنیا میں کسی کو نہ پہلے دی گئی ہوں نہ بعد میں کسی کو دی جائیں۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جنت میں اہل جنت کے لیے ایسی ایسی نعمتیں تیار کی جائیں گی امت

عبادی الصالحون نیک بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی نعمتوں کو تیار کیا ہے مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر کہ وہ ایسی نعمتیں ہوں گی کہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہیں۔" یوں نہیں فرمایا کہ تماری آنکھوں نے نہیں دیکھا تو اور کسی کی آنکھوں نے دیکھ لیا ہوگا۔ نہیں۔ دنیا میں ان کو دیکھنے والی آنکھ ہے ہی نہیں۔ لا عین رأت نکرہ ہے نفی کے نیچے۔ جب نفی کے نیچے نکرہ آتا ہے تو نفی جنس کی کرتا ہے کہ کسی آنکھ نے ان کو کبھی بھی نہیں دیکھا۔ نہ پہلے نہ پیچھے۔ اس کو سرے سے کوئی آنکھ دیکھنے والی ہے ہی نہیں۔ لا عین رأت ولا اذن سمعت اس نعمت کو کوئی کان بھی سننے والا نہیں۔ نہ کسی کی دیکھی ہوئی ہے اور نہ وہ کسی کی سنی ہوئی ہے۔ دیکھنے اور سننے سے ماوراء ہے۔ آگے ایک اور بات فرمائی۔ سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جامع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ کسی آنکھ نے دیکھا کیا تھا اور کان نے کیا سنا تھا، وہ تو جنتیوں کے لیے ایسی نعمتیں ہیں کہ کسی دل پر بھی ان کا گذر نہیں ہوا، اُن کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔ آپ وسوسہ اور خواہش تو ایسی چیز کا بھی کر لیتے جس کو دیکھا ہی نہ ہو۔ تو فرمایا کہ وہ تو بالکل ایسی نعمتیں ہوں گی کہ آنکھ کان اور دل کے وسوسے سے بھی اونچی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے قرآن کریم حسنیٰ کا وعدہ کر کے جنت کی ایسی نعمتوں کی بشارتیں دے رہا ہے کہ جس کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ کبھی کسی دل میں ان کا وسوسہ آیا۔ قرآن نے کہہ دیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی اب اس وعدے کے وفا میں کچھ شک ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم کا طرز کیا عجیب ہے کہ وعدے کا لفظ فرمایا اور اسی سے اہلسنت والجماعت کے مذہب کی طرف اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے جو وعدے مقرر فرما لیے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اگر نیکی کا بدلہ کسی عمل اور نیکی پر موقوف رکھا جائے کہ اس نیکی کا یہ بدلہ ہے تو اس نیکی اور اس عمل میں کمزوری کا بھی شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی انسان کا کوئی عمل کامل نہیں ہو سکتا بلکہ خود انبیائے کرامؑ بھی اپنے عملوں کو اس درجے کا نہیں سمجھتے۔ اور وہ تو ان کے اپنے اونچے مقام کی رفعت ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ میرے لیے بھی یہی بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے تو میرے لیے بھی سب کچھ ہے۔ یہاں سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ نبوّت کامل بھی اتنا کامل، اکمل نیز تام و اتم ہونے کے باوجود کہ دنیا میں کوئی ہستی نبی جیسا عمل کر ہی نہیں سکتی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ضرورت ہے۔

عظمتِ صحابہؓ

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز پوری اُمت کی نمازوں سے بھاری ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو ایک نماز آپؐ کے ساتھ ساتھ مل کر جماعت کے ساتھ پڑھ لی وہ پوری اُمت کی نمازوں سے بھاری ہے کیونکہ حنفی مذہب میں مقتدی اور امام کی نماز ایک ہی ہوتی ہے اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ قاعدہ ہے "مقتدی کی نماز کا امام ضامن ہوتا ہے" تو مقتدی کی نماز الگ نہیں ہوتی، امام کی نماز سے ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی نماز میں داخل ہوتی ہے۔ امام ہی ان کا وکیل ہوتا ہے۔ امام کی نماز ٹوٹی تو مقتدی کی بھی ٹوٹ گئی کیونکہ وہ نماز الگ نہیں ہے، مقتدی اور امام ایک کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ "امام کی قرأت مقتدی کی قرأت بن جاتی ہے۔" تو جب سینکڑوں نہیں ہزارہا صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں، آپؐ کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھی تو ان سب کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں داخل ہوگئی یا نہ؟ تو جتنی قبولیت نبی علیہ السلام کی نماز کی ہے کسی اور کی نماز کو ہوسکتی ہے؟ تو جس طرح نبی علیہ السلام کی نماز نہ صرف اُمت بلکہ سب نبیوں کی نمازوں سے افضل ہے، ایسے ہی صحابہ کرامؓ کی نمازیں بھی آپؐ کی نمازوں میں داخل ہوکر سارے نبیوں کی نمازوں سے افضل ہوگئیں۔ وہ تابع ہیں۔ ان کی نمازیں الگ ہیں ہی نہیں۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت نبی علیہ السلام کے ساتھ جہاد میں شامل ہوئی تو ان کے گھوڑوں کو اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ایسا شرف عطا کیا گیا کہ فرمایا وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ اے نبیؐ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھیوں کے جو گھوڑے جہاد میں آپ کے ساتھ جا رہے ہیں، وہ گھوڑے انسان نہیں لیکن ان پر نبی علیہ السلام کے ساتھی بیٹھے ہیں، نبیؐ کے رفیق، نبیؐ کے مددگار اور انصار، ان پر سوار ہیں جن کی وجہ سے ان کو اتنا شرف عطا فرمایا کہ ان گھوڑوں کے سُم سے لگ کر پتھر سے جو چنگاری اٹھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی قسمیں کھاتا ہے۔ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز ہو جہاد ہو جو بھی عمل ہو وہ عمل پورا مل کر مزاج، مرکب بن کر ایک ہی عمل بن جاتا ہے اور وہ نبی علیہ السلام کا عمل شمار ہوتا ہے۔

اصحابِ رسولؐ کو حق تعالیٰ نے منتخب فرمایا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ نے صحابہؓ کو میری جماعت بنایا اور اِخْتَار کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میرے اصحاب کو اختیار کر لیا۔ اس سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دعوتِ تبلیغ فرمائی، ہدایت کے لیے آواز دی اور سمجھایا لیکن انتخاب خدا تعالیٰ کی طرف

ہوا کہ یہ جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی صحبت کے لیے، آپؐ کے قرب کے لیے صحابہؓ کو منتخب اور پسند کر لیا۔ آگے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "ان اصحاب میں سے پھر چار کو منتخب کر لیا۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ کس کا انتخاب ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ جب رب العزّت نے صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کا اختیار کیا اور چن کر منتخب کر لیا تو بھلا اب میرے اور آپ کے اعتراض کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

تو عرض یہ کر رہا ہوں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہؓ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں برگزیدہ بنایا اور ان کو کرامت کا ایسا تاج پہنایا کہ دنیا میں یہ شرف کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ پہلے انبیائے کرامؑ کی جماعتیں اور اصحاب بھی ہوئے ہیں لیکن جو شرف و کرامت اور عظمت صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل، آپؐ کی معیّت، قرب اور صحبت کی وجہ سے حاصل ہوئی وہ دنیا میں کسی صحابی کو اپنے نبی کے ساتھ نصیب نہیں ہوئی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آیت مذکورہ میں ہے کہ صحابہؓ میں بھی آپس میں فضیلت ہے۔ اس لیے جن لوگوں نے بغیر سمجھے یہ بات کہہ دی ہے کہ ؎

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ

تو انہوں نے یہ بات سمجھی نہیں۔ "یارانِ نبیؐ" اس اعتبار سے تو ہم مرتبہ ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ یہ عظمت تو سب کو حاصل ہے لیکن آگے پھر ان میں درجات ہیں۔ مکّہ کے فتح ہونے سے پہلے کے صحابہؓ اور طرح کے ہیں، مکّہ فتح ہونے کے بعد والے اور طرح کے ہیں۔ آگے ان میں بھی آپس میں تفضیل ہے جنگِ بدر میں شامل صحابہؓ کی عظمت اور ہے، اُحد والوں کی عظمت اور ہے حدیبیہ والوں کی اور ہے۔

عظمتِ صحابہؓ کو پہچانیے

صحابۂ کرامؓ کے مقام اور ان کی عظمت کو پہچانو۔ اللہ اور رسولؐ کی گواہی کے بعد کس کی گواہی کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، صحابہؓ کی عظمت و شان پر گواہ ہیں اور کسی کو بھی ایسی امتیازی شان حاصل نہیں جو صحابۂ کرامؓ کی جماعت کو حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کو دین پہنچا، قرآن کریم، نماز، زکوٰۃ، حج اور تمام معاملات و معاشرت، غرض دین کے جتنے شعبے ہیں سب کے سب صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ذریعہ بعد کی امت کو پہنچے۔ اگر صحابہؓ کی جماعت اس خدمت کو اپنے ذمہ نہ لیتی تو ہم

تک قرآن کی کوئی آیت نہ پہنچتی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل اور آپؐ کی سیرت کی صحیح صورت ہمارے
سامنے نہ آتی ۔ پورا دین صحابہؓ کے پہنچانے سے ہم تک پہنچا ہے ۔ اگر ان کو درمیان سے نکال دیا
تو دین کی کوئی چیز ثابت نہیں کی جاسکتی ۔ کوئی نمونہ آپ پیش کریں گے تو اس کے لیے پہلا گواہ وہ ہوگا
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھنے والا ہو اور وہ بتائے گا کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
طرح کرتے دیکھا اور فرماتے سُنا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن کی آیت ہے اور پھر
صحابہؓ نے تابعینؒ کو پہنچائی اور تابعینؒ نے ہم تک پہنچائی ۔ تو قرآن کا قرآن ہونا بھی صحابی کی زبان کے بغیر
ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبوت و رسالت کے چشم دید گواہ اور نبوت اور مابعد کی اُمت کے درمیان واسطہ
ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے معلّم اور استاد اور صحابہؓ شاگرد ہیں ۔ آپؐ نے صحابہ کرام کو قرآن کریم
پڑھایا ۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن کی ہر ہر آیت کو حضورؐ سے سیکھا ۔ جس طرح قرآن کے الفاظ کو انہوں نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اسی طرح قرآن کا مطلب اور معنی بھی آپؐ سے سیکھا ۔ قرآن کریم کے الفاظ اور
معنی دونوں کو ہم تک پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ صرف صحابہ کرامؓ ہیں ۔ اگر کسی کو ان پر اعتبار نہ ہو تو قرآن
کا قرآن ہونا ثابت ہو سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی مطلب سمجھ میں آسکتا ہے ۔ ایمان و دین کی بنیاد ہی ہل
جاتی ہے ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی
بات کی قدر تھی ۔ انہوں نے آپؐ کے ہر ہر عمل کو یاد رکھا ۔ آپؐ کی ساری باتیں یاد کر رکھی تھیں ۔ کیوں یاد
کر رکھی تھیں ؟ اُن کو اپنے محبوب سے محبت تھی ، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر مرمٹتے تھے ۔ اپنے
نبیؐ کے ہر عمل پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے ۔ اللہ کرے صحابہ کرامؓ کی محبت ہمارے دلوں میں گھس جائے
آمین ۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرامؓ کی عظمت سب سے اونچے درجے کی ہے ۔ وہاں تک
کوئی اُمتی نہیں پہنچ سکتا ۔ قرآن و حدیث اور علماء کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر
صحابی جس نے کچھ دیر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاصل کی ہو ، پاس بیٹھ گیا ہو ایمان کی حالت میں
اگر نابینا ہو ، زیارت نہ کرسکا اس طرح کی حالت میں بھی بیٹھا ہو تو چند لمحے آپؐ کی خدمت اقدس میں بیٹھ جانے
کا درجہ وہ ہے کہ پوری اُمت کے اولیا اس درجے کو نہیں پہنچ سکتے ۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ہوں
حضرت شاہ معین الدین اجمیریؒ ہوں ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہوں ، بابا فریدالدین گنج شکرؒ ہوں اپنے اپنے
درجہ میں اللہ کے نیک بندے اور اولیاء اللہ ہیں ان کی عظمتیں اپنی جگہ پر قائم ہیں لیکن ان سب کے

مجموعے کو ملا کر اویس قرنی رضؓ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تک آنے والے سارے امتی اولیاء اللہ سے بڑھ کر ایک وہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ ہیں کہ جو چند لمحے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے کے بعد حاضر ہوئے پھر ساری عمر آپؐ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ صحابی کا مرتبہ و مقام کوئی معمولی مرتبہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرا ایک صحابی ایک مُد جو خیرات کرے اور دوسرا آدمی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ اس درجے کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک مُد جو خیرات کرنے سے صحابی کو حاصل ہوا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ کر اس کسوٹی پر گھسا گیا۔ آپؐ کے پاس رہنے سے اس پر سے زنگ اُتر گیا۔ اس کا سینہ صاف ہو گیا، پاک ہو گیا، مزکّی ہو گیا، مصفّی ہو گیا، مطہر ہو گیا، منزّہ ہو گیا، ان کے سینوں سے کینہ، حسد، بُغض، غضب وغیرہ دُھل گیا، ان کا آئینۂ دل صاف ہو کر آفتابِ نبوّت کے بالمقابل آ کھڑا ہوا نبی قدس کے قلب مبارک کے سامنے صحابہؓ کا قلب آمنے سامنے ہو کر اس طرح جگمگا اٹھا جیسے شیشہ چاند کے سامنے نہیں سورج کے سامنے آ کر جگمگا اٹھتا ہے، جیسے سورج کا جلوہ صاف شیشے کے اندر گھس جاتا ہے اسی طرح ہر ہر صحابی اپنے اپنے سینہ میں جلوۂ نبوّت کی کرن لیے ہوئے ہے۔ تمہیں کیا پتہ کہ کسے کہتے ہیں صحابی؟ پیغمبر کے صحابی کو اللہ تعالیٰ خود چنتا اور منتخب کرتا ہے۔

صحابہؓ کے متعلق تاریخی روایات کی حقیقت

صحابہؓ کے بارے میں ہمارے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ آنا چاہیئے۔ لوگوں نے جو تاریخی روایات یاد کر رکھی ہیں اور ان کی وجہ سے صحابہ کرام رضؓ پر اعتراضات کرتے ہیں، تو ان سب کا ایک ہی جواب ہے کہ پوری دنیا کی تاریخ اکٹھی ہو جائے اور تمام لوگ کسی روایت پر متفق ہو جائیں لیکن قرآن و حدیث کے مقابلے میں کوئی روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔ صحابی کا مقام اور صحابہؓ کی عظمت تاریخی روایات سے نہیں سمجھی جاتی۔ سنو میری بات! صحابہؓ کا مقام، صحابہؓ کی عظمت، ان کی رفعت و منزلت روایاتِ تاریخیہ سے نہیں پہچانی جاتی۔ اس کا گواہ قرآن اور اس کا گواہ نبی ہے۔ صحابہؓ کا مرتبہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی عظمت احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے۔ جس کے دو گواہ اللہ جلشانہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس کے بالمقابل ہزارہا راویوں کی بیہودہ باتیں ہم ان کے منہ پر ماریں گے اُن کی غلط باتیں ان کے منہ پر مارو۔ سب بکواس ہے، سب غلط ہے، سب جھوٹ ہے کہنے والا چاہے مودودی ہو، چاہے پرویز ہو اور کہنے والا چاہے کوئی سُنّی کہلاتا ہو، قرآن و حدیث کے مقابلے

میں کوئی پیش کرے گا تو ہم اس کے منہ پر ماریں گے صحابہ کرام رضؓ کے متعلق کوئی ہمیں نکال کر بتلائے اور ہم ذمہ دار ہیں ایک ایک آیت اور حدیث کے ، قرآن کریم میں سوائے منقبت کے ، سوائے فضائل کے سوائے مجاہد کے اور سوائے صحابہ کرام کی عظمتِ شان کے کچھ نہیں نکل سکتا ؟

مشاجراتِ صحابہؓ کا جواب

باقی رہ گئے ان کے جھگڑے ، ان کی جنگیں تو میں سب کا ایک ہی جواب دیتا ہوں جو آپ کو یاد رہے ۔ اگر یاد رہ گیا تو یہی آج کی مجلس کا مقصد حاصل ہے ۔

۱ قرآن و حدیث کے خلاف صحابہ کرام رضؓ کے بارے میں کوئی روایت پیش کرے تو کہہ دو کہ ہم اس روایت کو نہیں مانتے ۔

۲ مشاجراتِ صحابہ رضؓ کے بارہ میں بھی سیدھی بات کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" ہم نے ہر ایک کے لیے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے ۔ بس جنگِ جمل ہوا جب بھی وہ جنتی ہیں ، جنگ صفین ہوا جب بھی وہ جنتی ہیں ۔ وہ تو سب کے سب جنتی ہیں تم ان سے لیتے کیا ہو ؟ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر بالفرض تمہاری خرافات کو مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے سب کچھ کیا ۔ جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں "رضی اللہ عنہم" "اللہ ان سے راضی ہوگیا" ۔ اللہ تعالیٰ جب راضی ہوتے ہیں تو پھر کبھی ناراض نہیں ہوتے ۔ رضاءُ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اندر تبدیلی نہیں ہوا کرتی ۔ اُس کی رضا کا تعلق جب کسی سے ہو جاتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے ۔ کیا آج اللہ تعالیٰ راضی ہے ابوبکر صدیق رضؓ پر ، اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ اڑھائی سال خلافت میں ظلم کرے گا اور ظالم پر وہ راضی تھا ؟ (معاذ اللہ) تمہارا میرا علم کمزور ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ میں آج ایک آدمی کو دوست بناؤں اور کل کو وہ مجھ سے غداری کرے ۔ میرے علم میں کمی ہے ۔ میں آئندہ کی بات نہیں جانتا ۔ کیا اللہ تعالیٰ بھی آئندہ کی بات نہیں جانتے ؟ (معاذ اللہ) وہ تو اگلی بھی جانتے ہیں پچھلی بھی جانتے ہیں ۔ سب کچھ جانتے ہیں ، وہ جب فرما رہے ہیں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" "اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے" ۔ اگر کوئی بات ان سے ہو بھی گئی ہے تو اللہ پھر بھی راضی ہیں ۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مولانا نذیر احمد مخدوم، مہتمم جامعہ عربیہ فاروقیہ قادریہ، خطیب مدنی جامع مسجد بھلوال ضلع سرگودھا

پچھلے دنوں تلہ گنگ کے علاقہ میں جناب مولانا عبدالحمید صاحب فاروقی کی معرفت رسالہ "حق چار یارؓ" کا پرچہ بابت ماہ ذوالقعدہ ذوالحجہ ملا۔ ایک دو مضمون دیکھتے ہی ان کے ذمہ لگا دیا کہ پرچہ میرے نام پر جاری کرا دیا جائے۔ پھر گھر آ کر بالاستیعاب پڑھا تو چوکیرہ کا ماہنامہ "الفاروق" یاد آ گیا جو کسی زمانہ میں حضرت استاذی المکرم سید احمد شاہ صاحبؒ بخاری نے جاری فرمایا تھا۔ جس طرح رفض و تشیع کا تعاقب اس رسالہ میں ملتا تھا الحمد للہ دور حاضرہ کی عظیم شخصیت حضرت قاضی صاحب دامت فیوضاتہ نے اسی انداز میں فرمایا۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کے بارے میں حضرت کا مضمون دل میں سما گیا۔ سچی بات ہے بعض شخصیتوں کی قدر ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔

رسالہ میں ایک باب جواب الاستفسارات کا ہونا چاہیئے جس میں رافضیوں کے کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیے جائیں۔ ہماری دلی دعا ہے خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی محنت کو قبول فرمائے اور اخلاص کی دولت سے مالامال فرمائے اور قائد اہلسنت حضرت قاضی صاحب کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رہے آمین۔ ایسے رسالہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی جو الحمد للہ آپ لوگوں نے پوری کر دی۔

حافظ اصغر علی گجراتی شریک دورہ حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ذیقعدہ ذوالحجہ کا ماہنامہ "حق چار یارؓ" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ماشاء اللہ حضرت قاضی صاحب

نے شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو کی کذب بیانیوں اور منافقانہ چالوں کی اچھی طرح خبر لی ہے۔ اللھم زدفزد

اس مادیت اور فتنوں کے دور میں باطل فرقوں خصوصاً شیعیت، خارجیت، یزیدیت، مودودیت

کے خلاف ماہنامہ حق چار یارؓ حق کی آواز ہے اور مسلک حق اہلسنت والجماعت کا صحیح ترجمان ہے

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب کرے اور اس جریدے کے معاونین کو بہتر

سے بہتر انداز میں اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ مجاہد ملت قائد اہلسنت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے علم و عمل میں مزید

ترقی نصیب فرمائے اور ان کو صحت اور نیکی کے ساتھ عمر نوح نصیب فرمائے آمین

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

محترم جناب محمود الرشید حدوٹی صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ

اپنی محبوب ترین و پسندیدہ جماعت تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان کا ترجمان اور نظام

خلافت راشدہ کا داعی ماہنامہ حق چار یارؓ کا عرصہ ڈیڑھ سال سے بڑی یکسوئی سے مطالعہ کرتا چلا

آرہا ہوں۔ اس جماعت کے ساتھ عرصہ سات سال سے وابستہ ہوں اور اس کے مشن اور پروگرام کی

اللہ نے خدمت کی توفیق خیر رفیق مرحمت فرمائی ہے۔ یقیناً اس بات پر فخر ہے کہ ہمارا تعلق شیخ الاسلام

حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ مجاز مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے تربیت یافتہ ہزاروں سربکف

مجاہدوں کے سرخیل، درجنوں کتب کے مصنف اور مسلک حق اہلسنت والجماعت کے ترجمان حقیقی، اصحاب

نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم وکیل حضرت اقدس قبلہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ ہے۔

حضرت اقدس کے درجنوں وعظ و بیانات حضرت کی جوتیوں میں دو زانو بیٹھ کر سننے کی توفیق خیر رفیق

ملی حضرت اپنی تقریروں میں ہمیشہ سنی نوجوانوں کو مذہبی شعور دے کر انہیں صحیح سمت پر گامزن فرماتے ہیں

اب انہی خیالات کو حضرت بڑی محنت سے اس مجلہ "حق چار یارؓ" میں ذکر فرما رہے ہیں۔

بلا مبالغہ میری ذاتی طور پر عرصہ دراز سے آرزو و امنگ تھی کہ ایسا ترجمان ہونا چاہیئے جس کے

ذریعے ہم اپنے جذبات کو پوری دنیا میں پھیلا سکیں۔ بارہا میں نے حضرت اقدس مربی من مولٰنا

عبد اللطیف صاحب جہلمی مدظلہ العالی کی خدمت میں گذارش کی۔ بالآخر اللہ نے میری اس آرزو

گوارا فرمایا۔ جس سے حضرت جی نے رسالہ جاری کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔

اب عرصہ ڈیڑھ سال سے معلومات کے اس بیش بہا خزانے نے کئی نوجوانوں کو مذہبی غیرت عطا کی سلمان رشدی کا پوسٹ مارٹم، خارجی فتنہ، مودودی فتنہ، خمینی فتنہ، مرگ خمینی، یزیدی فتنے کی ریشہ دوانیاں ان کو حقیقی معنی میں حضرت جی نے ہی سمجھایا اور بھیر کی سادہ لوح مسلمانوں کو ان بدبختوں کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت جی کی عمر دراز فرمائے اور میرے نوجوان دوستوں کو اپنے اس عظیم قائد کی برجستہ شستہ تحریروں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔

ندیم احمد عباسی سیکرٹری جنرل سنی تحریک طلبہ مری، طالب علم بی اے ڈگری کالج مری

تحریک خدام اہلسنت پاکستان کا دیدہ زیب، خوبصورت ٹائٹل والا ماہنامہ حق چار یارؓ اپنے دوست محمود الرشید حدوٹی کے توسط سے ملا۔ مضامین اور طرز تحریر دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور دل سے حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے لیے دُعا نکلی کہ اس مرد قلندر کی جد وجہد کا نتیجہ ہے کہ ہماری عمر کا اکثر وبیشتر حصہ مذہب حق سے بے گانگی اور بے رخی میں بیت گیا لیکن اب الحمدللہ ہمیں صحیح راہ مل رہی ہے۔ ہماری کامیابی کے دن آن پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ہمت و ترقی مرحمت فرمائے حضرت اقدس ہی کے نقش قدم پر سنی تحریک طلبہ کے ساتھ وابستہ ہو کر کچھ دامے، درمے، سخنے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت جی کو درازی عمر دے تاکہ ان کا سایہ تا دیر ہم پر رہے آمین ایں دُعا از من و از جملہ دوست داراں۔ رسالہ "حق چار یارؓ" آپ بھیجتے رہیں۔ حضرت جی کی خدمت میں ہدیہ سلام بھیج رہا ہوں۔

نِگینۂ مُہر

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے نگینۂ مُہر پر کندہ تھا
"کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ رضؓ"

ترجمہ:۔ اے عمرؓ! نصیحت کے لیے موت کافی ہے۔

(حافظ خبیب احمد قریشی)

ماہنامہ حق چاریار رضؓ لاہور کے قارئین کی خدمت میں گذارش

ہم قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپ کو ادارہ سے شکایات تھیں اور شمارہ کے بارے میں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اب الحمدللہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی خصوصی دعاؤں سے ہم نے مشکلات پر کافی حد تک قابو پالیا ہے ہماری پوری کوشش ہے کہ آئندہ احباب کو رسالہ کے شدید انتظار کی زحمت گوارہ نہ فرمانی پڑے۔

قارئین کرام کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ انہیں جس وقت چندہ ختم ہونے کی اطلاع ملے وہ بروقت چندہ ارسال فرما کر مذہب اہل سُنّت کی حفاظت میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں اور چندہ ارسال کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اخلاص کے ساتھ سُنّی کاز پر محنت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ تا قیامت ہمارے سَروں پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی خصوصی دُعاؤں سے ہمارے اس محبوب مجلّہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب ہو۔ آمین

آخر میں آپ سب حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اپنے حلقہ میں ماہنامہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی کوشش فرما کر مذہب اہلسنت کی خدمت میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں

حافظ محمد خبیب احمد قریشی

رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

فرشتے ہنس رہے ہیں، لعنتی شیطان روتا ہے
خدا کا گھر خدا کے نور سے آباد ہوتا ہے

زمیں کا مرتبہ بڑھتا ہے باوصف نگوں ساری
کہ آنے والے ہیں اس پر حبیبِ حضرتِ باری

زمیں کو اس ترقی پر فلک سے داد ملتی ہے
فلک سے کیا عرشِ اعلیٰ سے مبارکباد ملتی ہے

گئے انسانیت کے ذلّت وخواری کے دن بیشک
گئے مظلوم کی آہوں کے اور زاری کے دن بیشک

ہُوا ہی چاہتا ہے خاتمہ باطل کی ہستی کا
یہی ہے آخری دن گویا شخصیّت پرستی کا

ہے مِٹنے کو خدایانِ کہُن کی گرم بازاری
ہُبلؔ پر نائلہؔ پر لاتؔ پر لرزہ ہُوا طاری

ادب سے سَر جھُکاؤ مالکِ لولاکؐ آتے ہیں
ردائے انمّا اوڑھے نبیؐ پاکؐ آتے ہیں

علامہ طالوت
ملتانی